> ”جہاں تک خیبر پختونخوا کو آفات کے مقابلے کی صلاحیت کا حامل صوبہ بنانے میں پی ڈی ایم اے کے مینڈیٹ کا تعلق ہے تو ہم لوگوں نے صوبے کے 7 مقامات پر ٹیلی میٹرک سٹیشن نصب کئے ہیں جن سے ممکنہ سیلاب کی نشاندہی میں مدد ملی ہے۔“

آبادکاری کے بحرانوں پر قابو پانے کے لئے کوششوں کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

ان بحرانوں پر قابو پانے کے لئے کیا کلیدی حکمت عملیاں اپنائی گئی ہیں؟ کیا یہ کامیاب رہی ہیں؟

پی ڈی ایم اے نے صوبائی حکومت، پاکستان میں اقوام متحدہ کے اداروں، کمیونٹی تنظیموں اور رضا کاروں کے ساتھ مل کر عارضی طور پر بے گھر ہونے والے افراد کی واپسی کے لئے ”واپسی کی پالیسی کا فریم ورک“ تشکیل دیا۔ یہ فریم ورک کسی حد تک عارضی بے گھر ہونے والے افراد کی واپسی میں جزوی طور پر کامیاب رہا ہے۔

ہم نے صوبائی حکومت کی مدد سے مختلف کلسٹرز میں کووڈ-19 سے نمٹنے کے لئے اجلاسوں کا آغاز بھی کیا ہے اور سلسلہ واران کا انعقاد کر رہے ہیں۔

جہاں تک خیبر پختونخوا کو آفات کے مقابلے کی صلاحیت کا حامل صوبہ بنانے میں پی ڈی ایم اے کے مینڈیٹ کا تعلق ہے تو ہم لوگوں نے صوبے کے 7 مقامات پر ٹیلی میٹرک سٹیشن نصب کئے ہیں جن سے ممکنہ سیلاب کی نشاندہی میں مدد ملی ہے اور سیلاب آنے سے ایک یا دو گھنٹے پہلے ان کا پتہ لگ جاتا ہے۔ اس اقدام کے تحت ابھی بھی بہت کچھ کرنا باقی ہے کیونکہ بھرپور پیمانے پر ضرورت اس امر کی ہے کہ 100 سے زائد مقامات پر یہ سٹیشن نصب کئے جائیں۔

ہم لوگوں نے پاکستان میں اقوام متحدہ کے ادارہ برائے خوراک وزراعت (ایف اے او) کے ساتھ بھی اشتراک عمل کیا ہے اور ہائیڈرولوجیکل سٹیشنوں کی تنصیب کا کام شروع کیا ہے۔ ہم نے ایف اے او کی مدد سے ’بہت جلد خبردار کرنے والے نظام‘ (وی ای ڈبلیو ایس) پر ایک ’کانسیپٹ نوٹ‘ تیار کر لیا ہے۔ یہ صوبائی حکومت کو پیش کر دیا گیا ہے اور اگر اس پر عملدرآمد ہو جائے تو اس کی بدولت انسانوں اور مالی اثاثوں کو موسمیات اور سیلاب کی تباہی سے بروقت طور پر محفوظ بنایا جا سکے گا۔ اس سلسلے میں عطیہ دہندگان کے ساتھ ساتھ صوبائی حکومت سے بھی مالی امداد کے حصول کے لئے بھرپور کوششیں کی جا رہی ہیں۔

اس سے ہٹ کر ہم مختلف بحرانوں سے متعلق تیاری، ان کی شدت میں کمی لانے، طرز زندگی ان کے مطابق ڈھالنے اور جوابی اقدامات کے سلسلے میں بھی کام کر رہے ہیں۔ ان تمام سرگرمیوں میں مختلف متعلقہ فریقوں کے ساتھ مل کر کام کرنے والی سوچ پر عمل کیا جا رہا ہے اور ہم اس بات کو بھی یقینی بناتے ہیں کہ ان شعبوں سے متعلق تمام ہم پلہ اداروں کو بھی ساتھ لے کر چلیں۔

ایک اور طریقہ جس کے ذریعے ہم مشاورتی عمل میں تمام متعلقہ فریقوں کی شرکت یقینی بناتے ہیں، یہ ہے کہ جن شعبوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے ان سے متعلق فورم اور پالیسی ڈائیلاگ تشکیل دیئے جا رہے ہیں۔ مثال کے طور پر عارضی نقل مکانی کرنے والے افراد سے متعلق امدادی حکمت عملیوں پر تبادلہ خیالات کے لئے ہمارا فورم خاصا کامیاب رہا ہے۔

کووڈ-19 کے حوالے سے بھی ہم نے شاندار کام کیا ہے اور جہاں کہیں امدادی سامان کی ضرورت تھی، فراہم کیا ہے۔

آپ کی رائے میں مقابلے کی پائیدار صلاحیت پیدا کرنے کی طویل مدتی حکمت عملی کی تیاری میں دیگر متعلقہ فریق بشمول نجی شعبہ، کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟

جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا گیا ہے عمارتی ڈھانچے بہت ہی کمزور ہیں۔ نجی شعبہ نہ صرف مالی بلکہ تکنیکی معاونت کے ذریعے بھی موزوں بلڈنگ کوڈز یقینی بنانے میں مدد دے سکتا ہے۔

آفات سے متعلق بیمہ کی بات کریں تو کاروباری ادارے اس میں فعال کردار ادا کر سکتے ہیں۔ بحرانوں کی شدت میں کمی لانے اور مقابلے کی صلاحیت بڑھانے میں ان کی مدد سے نہ صرف عام لوگوں کی پریشانیوں میں کمی لائی جا سکتی ہے بلکہ استعداد کو بہتر بنایا جا سکتا ہے اور قومی خزانے پر بوجھ کم کیا جا سکتا ہے۔

صوبائی اور وفاقی حکومت کی جانب سے بحالی کی زیادہ تر سرگرمیوں میں ضم شدہ علاقوں پر توجہ مرکوز کی جا رہی ہے لیکن آبادکار علاقوں میں بھی مزید کام کرنے کی ضرورت ہے۔

نجی اور سرکاری شعبے کے درمیان اشتراک عمل کی بھی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے۔ نجی متعلقہ فریقوں کے ساتھ سرگرمیوں میں شمولیت پر مبنی سوچ اپنانے سے ذمہ داری لینے کا رجحان بڑھے گا اور آفات کی تیاری بہتر ہوگی۔

بین الاقوامی عطیہ دہندگان اور اقوام متحدہ نے ہمیشہ معاونت فراہم کی ہے البتہ صوبے میں ان کی موجودگی اور اخراجات یقیناً کم ہو گئے ہیں۔ لہٰذا، آگے کی طرف بڑھتے ہوئے ہم بین الاقوامی برادری سے درخواست کریں گے کہ وہ اپنا کردار بڑھائے اور ہماری مدد کرے، خاص طور پر اس وقت جب ہمارے ہاں موسمیاتی تبدیلی کے باعث آفات کے تواتر میں اضافہ دیکھنے میں آ رہا ہے، حالانکہ پاکستان وہ ملک ہے اور خیبر پختونخوا وہ خطہ ہے جس کا مضر اثرات اور کاربن کے اخراج میں حصہ سب سے کم ہے۔

انٹرویو

سید سلمان شاہ

ڈائریکٹر جنرل
پراونشل ڈزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی،
حکومت سندھ

> ” اگر ہم کمیونٹی میں مقابلے کی صلاحیت پیدا کرنا چاہتے ہیں اور خطرات میں کمی لانا چاہتے ہیں تو آفات کے خطرات میں کمی کے فریم ورک پر عملدرآمد ایک بنیادی تقاضا ہوگا۔ “

آپ کے خطے / علاقے میں بعض بحرانوں اور مقابلے کی صلاحیت سے متعلق کون کون سی مشکلات درپیش ہیں؟

بحران کی صورت میں سندھ میں جوابی اقدامات کے باقاعدہ نظاموں کا فقدان ہے مثلاً کوئی مرکزی کمان نہیں ہے، ریسکیو فورس یا آفات یا بحرانوں پر جوابی اقدامات کے لئے کسی باقاعدہ فورس کی کمی ہے۔ گزشتہ برس ہمارے ہاں طیارہ حادثہ، عمارتوں کے انہدام، سڑک حادثات اور کیماڑی بندرگاہ پر گیس کے اخراج جیسے کئی بڑے واقعات رونما ہوئے۔ کمیونٹیز، حکومت اور پالیسی ساز آفات کے خطرات میں کمی اور مقابلے کی صلاحیت جیسے علوم سے پوری طرح آگاہ نہ تھے۔ آئندہ کسی ایسے واقعہ کے رونما ہونے سے پہلے کمیونٹی اور ذمہ دار اداروں میں آگاہی پیدا کرنا اور ان کے طرزِ عمل میں تبدیلی لانا سب سے بڑا چیلنج ہوگا۔

ان شعبوں سے متعلق کلیدی حکمت عملیاں کیا ہیں؟ کیا یہ کامیاب رہی ہیں؟

اگر ہم کمیونٹی میں مقابلے کی صلاحیت پیدا کرنا چاہتے ہیں اور خطرات میں کمی لانا چاہتے ہیں تو آفات کے خطرات میں کمی کے فریم ورک پر عملدرآمد ایک بنیادی تقاضا ہوگا۔ یہ تبھی ممکن ہوگا کہ ہم آگاہی بڑھانے، پالیسی سازی میں موجود کمی کو دور کرنے اور میدان عمل میں پالیسیوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے باقاعدہ روڈ میپ پر عمل کریں۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ اداروں کی موجودہ استعداد مثالی نہیں ہے لیکن اجتماعی مقصد کی جانب قدم اٹھانے سے مقصد کے حصول میں مدد مل سکتی ہے۔ سندھ حکومت نے بین الاقوامی برادری کی معاونت سے صوبائی اور ضلعی سطحوں پر استعداد بڑھانے کے پروگرام شروع کئے ہیں۔ علاقائی سطح کے تربیتی سیشن اور ورکشاپس ہو چکی ہیں اور اب تمام 29 اضلاع میں ڈی ڈی ایم اے عملہ کے لئے ان کا انعقاد کیا جائے گا۔

ہم لوگ سندھ کے چھ اضلاع میں 'کمیونٹی ایمرجنسی رسپانس ٹیم' (سی ای آر ٹی) کے ذریعے رضاکار فورسز بنانے کے آزمائشی پروگرام کے تحت کمیونٹیز کو بھی فعال بنا رہے ہیں۔ ان ٹیموں میں 60 اور 40 کے تناسب سے مرد اور خواتین شامل ہیں جو کمیونٹی اور مقامی اداروں یا این جی اوز میں پہلے سے کام کرنے والے لوگ ہیں۔ اس

© ndma

> ” باہمی رابطے کا موثر نظام اور بہترین مروجہ طریقوں پر عملدرآمد سے ان مشکلات کو دور کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ “

پروگرام کے مکمل ہونے پر ہمارے پاس پورے سندھ میں تقریباً ایک ہزار تربیت یافتہ رضا کاروں کی شکل میں انسانی وسائل موجود ہوں گے جو معاشرے میں مقابلے کی صلاحیت بڑھانے کے معاون نظام کا کام دیں گے۔

ترقیاتی پروگراموں میں آفات کے خطرات میں کمی کو ضروری اہمیت دینے کے لئے متعلقہ محکموں کو 'پراجیکٹ کانسیپٹ نوٹس' (پی سی-ون) کی تیاری پر تربیت دی گئی ہے۔ ریسکیو 1122 فورس کی طرز پر ایک 'رسپانس ٹیم' کو بھی فعال بنایا گیا ہے۔ صحت سے متعلق ہنگامی حالات میں جوابی اقدامات کے لئے پی ڈی ایم اے 230 ایمبولینس گاڑیاں بھی حاصل کر رہی ہے۔

مقابلے کی پائیدار صلاحیت پیدا کرنے کی طویل مدتی حکمت عملی کی تیاری میں دیگر متعلقہ فریق کیا کردار ادا کرسکتے ہیں؟

سندھ میں کراچی صنعتی سرگرمیوں کا گڑھ ہے۔ ماحول کو درپیش خطرات سے نمٹنے میں نجی شعبہ ایک بڑے متعلقہ فریق کی حیثیت رکھتا ہے۔ باہمی رابطے کا موثر نظام اور بہترین مروجہ طریقوں پر عملدرآمد سے ان مشکلات کو دور کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ شہروں کا پھیلاؤ اس وقت صوبے کو درپیش ایک اور بڑا چیلنج ہے۔ کسی آفت یا بحران کی صورت میں شہری پھیلاؤ کے ساتھ جڑے مسائل مزید پیچیدہ شکل اختیار کرسکتے ہیں۔

انٹرویو

سید شاہد محی الدین قادری

سیکرٹری ریلیف،
ڈزاسٹر مینجمنٹ اینڈ سول ڈیفنس

سٹیٹ ڈزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی،
حکومت آزاد جموں وکشمیر

> " ریاست جموں وکشمیر کا جغرافیہ اور محل وقوع اسے قدرتی اور انسانوں کی پیدا کی ہوئی آفات کا شکار بناتا ہے۔ "

آپ کے خطے کو زیادہ تر کن بحرانوں اور مقابلے کی صلاحیت میں کن مشکلات کا سامنا رہتا ہے؟

ریاست جموں وکشمیر کا جغرافیہ اور محل وقوع اسے قدرتی اور انسانوں کی پیدا کی ہوئی آفات کا شکار بناتا ہے۔ شکل 1 میں اس خطے کو پیش آنے والی اہم مشکلات بیان کی گئی ہیں۔

بنیادی ڈھانچے کی ناقص سہولیات، ہنگامی جوابی اقدامات کی کمیاب خدمات، بالخصوص دیہی علاقوں میں غربت، ہر سطح پر مسائل سے نمٹنے کے کمزور نظاموں کی وجہ سے ان آفات کے اثرات مزید بگڑ جاتے ہیں۔ حالیہ سالوں کے دوران آزاد جموں وکشمیر کا خطہ سلسلہ وار کئی قدرتی آفات کی زد میں آیا ہے جن میں 2005 اور 2019 کے تباہ کن زلزلے، 1992 کے ہولناک دریائی سیلاب، 2010، 2013 اور 2014 کی بارشوں سے آنے والے سیلاب، اور 2019 میں لیسوا میں ہونے والی موسلا دھار بارش شامل ہیں۔ ہزاروں قیمتی جانیں ضائع ہو گئیں اور بڑے پیمانے پر خطے میں موجود اربوں روپے مالیت کی بنیادی ڈھانچے کی سہولیات، رہائش گاہیں، مویشی، زراعت، ساز وسامان، اور ذرائع معاش کے دیگر اثاثے، سب ملیا میٹ ہو گئے۔

ان بحرانوں سے نمٹنے کی کلیدی حکمت عملیاں کیا ہیں؟ کیا یہ کامیاب رہی ہیں؟

سٹیٹ ڈزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی (ایس ڈی ایم اے) مختلف حکمت عملیوں کے ذریعے ان شدید اثرات کو ممکنہ حد تک کم کرنے کے لئے پرعزم ہے جن کا خاکہ نیچے بیان کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ حکمت عملیاں خاصی کامیاب رہی ہیں لیکن پھر بھی ان میں مزید بہتری کی ضرورت ہے۔ بہتر کوآرڈینیشن اور استعداد میں مسلسل بہتری کے ذریعے درج ذیل اقدامات کئے گئے ہیں یا کئے جا رہے ہیں:

- ریاست اور ضلع کی سطح پر آفات سے نمٹنے کی انتظامیہ کا استحکام۔
- آفات سے پہلے، ان کے دوران اور ان کے بعد کے مراحل کے لئے آفات سے نمٹنے کے نظام میں بہتری۔

- آفات کے خطرات کی نگرانی اور ان کے تجزیہ کے نظام کی تشکیل۔
- آفات کے خطرات میں کمی کے اقدامات کو ترقیاتی سرگرمیوں میں شامل کرنے کرنے کے نظام کا فروغ۔
- مقامی اور کمیونٹی سطح پر آفات کے خطرات سے نمٹنے کے اقدامات کا فروغ۔
- آفات سے نمٹنے کے نظام میں شامل کرداروں کی استعداد کا استحکام۔

آپ کی رائے میں مقابلے کی پائیدار صلاحیت پیدا کرنے کی طویل مدتی حکمت عملی کی تیاری میں دیگر متعلقہ فریق کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟

ایس ڈی ایم اے مشاورتی عمل کے ذریعے ہر متعلقہ فریق کی شمولیت یقینی بناتی ہے۔ حکومت کے کردار کی وضاحت ذیل میں کی گئی ہے:

- ہنگامی حالات کی صورت میں کوآرڈینیشن اور بروقت جوابی اقدام کے لئے ان کے اپنے محکموں میں ہنگامی مراکز کا قیام۔
- جائے وقوعہ پر کرینز، ڈمپرز، لوڈرز، ٹریکٹرز، روڈ رولرز، بھاری ٹرکوں، جنریٹرز، سرچ لائٹس، اور دیگر ضروری سامان کی فراہمی۔
- ماہر تربیت یافتہ اور کوالیفائیڈ سٹینڈ بائی عملہ کی دستیابی جو کسی بھی طرح کی آفت سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔
- آفت آنے کی صورت میں بجلی فراہم کرنے والی کمپنیوں کے اشتراک سے لٹکتی ہوئی اور خراب شدہ بجلی کی تاروں کی مرمت، دیکھ بھال اور تبدیلی۔
- گاڑیوں / فائر ٹینڈرز اور دیگر بھاری مشینری کی موقع پر مرمت کے لئے موبائل ایمرجنسی ٹیموں کی تشکیل۔
- سرچ لائٹ، ہیوی ڈیوٹی بلب، لالٹین، لائٹ ٹارچ، ٹرالی، ٹوء چین کی رسی، ہیلمٹ وغیرہ سمیت ایمرجنسی میں کام آنے والے تمام سامان کا خاطرخواہ سٹاک۔
- بجلی کی خرابی اور کرنٹ جیسی کسی بھی ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کے لئے سٹینڈ بائی انتظامات
- کسی بھی ہنگامی صورتحال سے نمٹنے اور کم سے کم وقت کے اندر کارروائی کرنے کے لئے بھاری مشینری کی رش والی جگہوں سے باہر منتقلی۔
- ٹریفک کا بے روک بہاؤ یقینی بنانے کے لئے ملبے اور سڑکوں پر موجود رکاوٹوں کو ہٹانا۔
- امدادی سرگرمیوں میں رکاوٹ بننے والے کسی بھی تجاوزات کو ہٹانا۔
- ریاست میں کسی آفت یا ذرائع معاش میں پیدا ہونے والے کسی تعطل کے بعد معمول کے مطابق صورتحال کی بحالی۔

- آفات سے نمٹنے کے نظام سے متعلق دیگر محکموں کی سرگرمیاں۔

ان سرگرمیوں کو بلا روک ٹوک طریقے سے جاری رکھنے میں غیر سرکاری تنظیمیں (این جی اوز) ناگزیر کردار ادا کرتی ہیں۔ این جی اوز، خاص طور پر درج ذیل کام انجام دیتی ہیں:

- یہ لوگ اپنی اپنی سرگرمیوں کے شعبوں، مینڈیٹ اور دستیاب وسائل کے مطابق آفات سے نمٹنے پر کام کرنے والے سرکاری محکموں کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں۔
- یہ لوگ بروقت خبردار کرنے، آفات کی تیاری اور جوابی اقدامات کے لئے مقامی سطح پر کمیونٹیز کو فعال بنانے اور ان کی استعداد بڑھانے میں مدد دیتے ہیں۔
- وہ کمیونٹی کو درپیش خطرات میں کمی لانے مثلاً ذرائع معاش کو مستحکم بنانے، تعمیراتی سرگرمیوں میں محفوظ طریقے اپنانے اور خشک سالی کے خطرات دور کرنے کے پروگراموں پر عملدرآمد میں مدد دیتے ہیں۔
- وہ آفات کے خطرات سے نمٹنے کی سرگرمیوں مثلاً تربیت، عوام میں شعور و آگاہی، نقصانات کے تجزیئے، خطرات کا شکار علاقوں میں بحالی اور تعمیرات کے منصوبوں میں حصہ لیتے ہیں۔
- وہ لوگ وسائل اور معلومات کے باہمی تبادلے کے لئے آفات کے خطرات سے نمٹنے کے منصوبے تشکیل دینے میں مدد دیتے ہیں۔
- وہ ایس ڈی ایم اے، کے ساتھ مل کر سٹریٹجک پالیسی اور سرگرمیوں پر عملدرآمد یقینی بنانے میں مدد دیتے ہیں۔

شکل 1: خطے کو درپیش مشکلات

قدرتی خطرات سے بحران

- زلزلہ
- تودے گرنا یا لینڈ سلائیڈنگ
- سیلاب
- طوفان اور خشک سالی
- وبائیں

انسانوں کے پیدا کئے ہوئے خطرات سے بحران

- سرحد پار فائرنگ
- سڑک حادثات
- تجاوزات
- جنگل کی آگ
- پرانی، کمزور عمارات

انٹرویو

قمر مسعود

سینئر ممبر

بورڈ آف ریونیو، حکومت بلوچستان

> "ترقی، مسلسل بنیاد پر صوبے کو درپیش ایک چیلنج ہے۔"

آپ کے خطے میں بحرانوں اور مقابلے کی صلاحیت سے متعلق کون کون سی مشکلات درپیش ہیں؟

بنیادی بحران کووڈ-19 ہے۔ صوبائی حکومت نے وباء پر قابو پانے کے لئے بہت محنت کی ہے، اور اس سلسلے میں مراکز قائم کئے ہیں اور حفاظتی سامان بھی تقسیم کیا ہے۔ صورتحال میں یقینا بہتری آئی ہے لیکن ابھی مزید بہت کام کرنے کی ضرورت باقی ہے۔ ہماری رفتار سست ہے کیونکہ ہماری صلاحیتیں محدود ہیں۔ ہم ملکی اور بین الاقوامی عطیہ دہندگان کے شکرگزار ہیں جنہوں نے اس بحران سے نمٹنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے اپنے افسران بھی پیش پیش رہے ہیں اور یہ تمام کام بلوچستان پراونشل ڈزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی (پی ڈی ایم اے) کے ذریعے کیا گیا ہے۔

دیگر بڑے بحرانوں میں ملکی سطح کا موسمیاتی بحران بھی شامل ہے۔ ملک کے اس حصے میں اس کا اثر بہت زیادہ ہے۔ بلوچستان میں نالوں کی تعداد برائے نام تھی جس کے نتیجے میں خدشات ہیں کہ صوبہ جلد شدید خشک سالی کی لپیٹ میں آسکتا ہے۔ ہم نے پی ڈی ایم اے کی سطح پر ایک سٹریٹجک عملی منصوبہ تیار کرلیا ہے اور دورافتادہ علاقوں میں لوگوں کی مدد میں ساتھ ملانے کے لئے عطیہ دہندگان سے بھی رابطہ کیا جائے گا۔

ترقی، مسلسل بنیاد پر صوبے کو درپیش ایک چیلنج ہے۔ اس میدان میں بھی فنڈز محدود ہیں اور ترقیاتی ضروریات بہت زیادہ ہیں، خاص طور پر تعلیم، فراہمی آب، ڈسپنسریوں وغیرہ کے شعبے میں۔ ہم اپنی ان حدود پر قابو پانے کی راہیں نکالنے پر کام کر رہے ہیں جس میں عطیہ دہندگان سے امداد حاصل کرنے کی کوششیں بھی شامل ہوں گی جو ماضی میں بھی پیش پیش رہے ہیں۔

ان مشکلات سے متعلق کلیدی حکمت عملیاں کیا ہیں؟ کیا یہ کامیاب رہی ہیں؟

ایک رکاوٹ جو تقریباً سبھی شعبوں میں اپنا اثر دکھاتی ہے، وہ ہے محدود فنڈز۔ مثال کے طور پر صرف تعلیم کے لئے بھی موجودہ شرح کی نسبت ہمیں پانچ گنا زیادہ وسائل کی ضرورت ہے تب جا کر ہم سکول سے باہر بچوں کے

© ndma

مسئلے کو دور کر سکتے ہیں ۔لہٰذا، بالعموم زیادہ وسائل ایک بنیادی شرط ہے ۔

جہاں تک کچھ خاص نوعیت کی مشکلات کا تعلق ہے تو دیگر حکمت عملیاں استعمال کی جا رہی ہیں ۔مثلاً کووڈ کے لئے آگاہی پیدا کرنے پر توجہ مرکوز کی جا رہی ہے کیونکہ وائرس کا پھیلاؤ تبھی محدود کیا جا سکتا ہے کہ لوگ اس بارے میں مناسب شعور و آگاہی رکھتے ہوں ۔

ہم لوگ سرکاری افسران و عملہ کی استعداد میں بہتری پر بھی توجہ مرکوز کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ۔سرکاری افسران میں وقت کی کمی کے پیش نظر پالیسی سازی کی مہارتوں کا فقدان ہے اور پالیسی سازی میں کوئی جدت پیدا نہیں کی گئی ۔ہمیں پالیسی اصلاحات کی ضرورت ہے ۔تمام سرکاری افسران کو پالیسی سازی پر تربیت دی جائے گی ۔بیوروکریسی کی استعداد میں بھی بہتری لانے کی ضرورت ہے ۔تربیتی پروگراموں اور تحقیقی سرگرمیوں کی ضرورت ہے ۔بلوچستان پبلک سیکٹر ڈویلپمنٹ پروگرام (پی ایس ڈی پی) سیاست سے پاک اور بااختیار ہونا چاہیئے ۔

مقابلے کی پائیدار صلاحیت پیدا کرنے کی طویل مدتی حکمت عملی کی تیاری میں آپ کے نزدیک دیگر متعلقہ فریق کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟

ہماری محدود استعداد کے پیش نظر صوبے کو صحیح معنوں میں خوشحال بنانے میں، مستقبل نجی شعبے کا ہی ہے ۔

میں حکومت اور پارٹنرز سے اپیل کرتا ہوں کہ مقابلے کی صلاحیت بڑھانے کے منصوبوں پر مل کر کام کریں ۔کئی ایسے بے جوڑ پہلو ہیں جن پر پہلے سے غور کیا جا رہا ہے لیکن رفتار بہت سست ہے ۔

تحقیق کی بنیاد پر باقاعدہ ہدف کے تحت اقدامات وضع کرنا ضروری ہے ۔اصل توجہ قلیل مدتی منصوبوں کے بجائے طویل مدتی منصوبوں پر دینا ہوگی اور اس عمل میں نجی شعبے کو بھی بھرپور طریقے سے شامل کرنا ہوگا ۔

بلوچستان میں اگر خوشحالی لانا ہے تو نجی شعبے کو ترجیحی مقام دینا ہوگا ۔ایک مرکزی سرکاری و نجی پالیسی کے علاوہ ہر محکمے کو اپنا اپنا سرکاری و نجی شعبے کا نظام وضع کرنا ہوگا ۔یہ طریقہ بین الاقوامی اور ملکی سرمایہ کاروں کے لئے انتہائی فائدہ مند ثابت ہوگا ۔

”اصل توجہ قلیل مدتی منصوبوں کے بجائے طویل مدتی منصوبوں پر دینا ہوگی اور اس عمل میں نجی شعبے کو بھی بھرپور طریقے سے شامل کرنا ہوگا ۔“

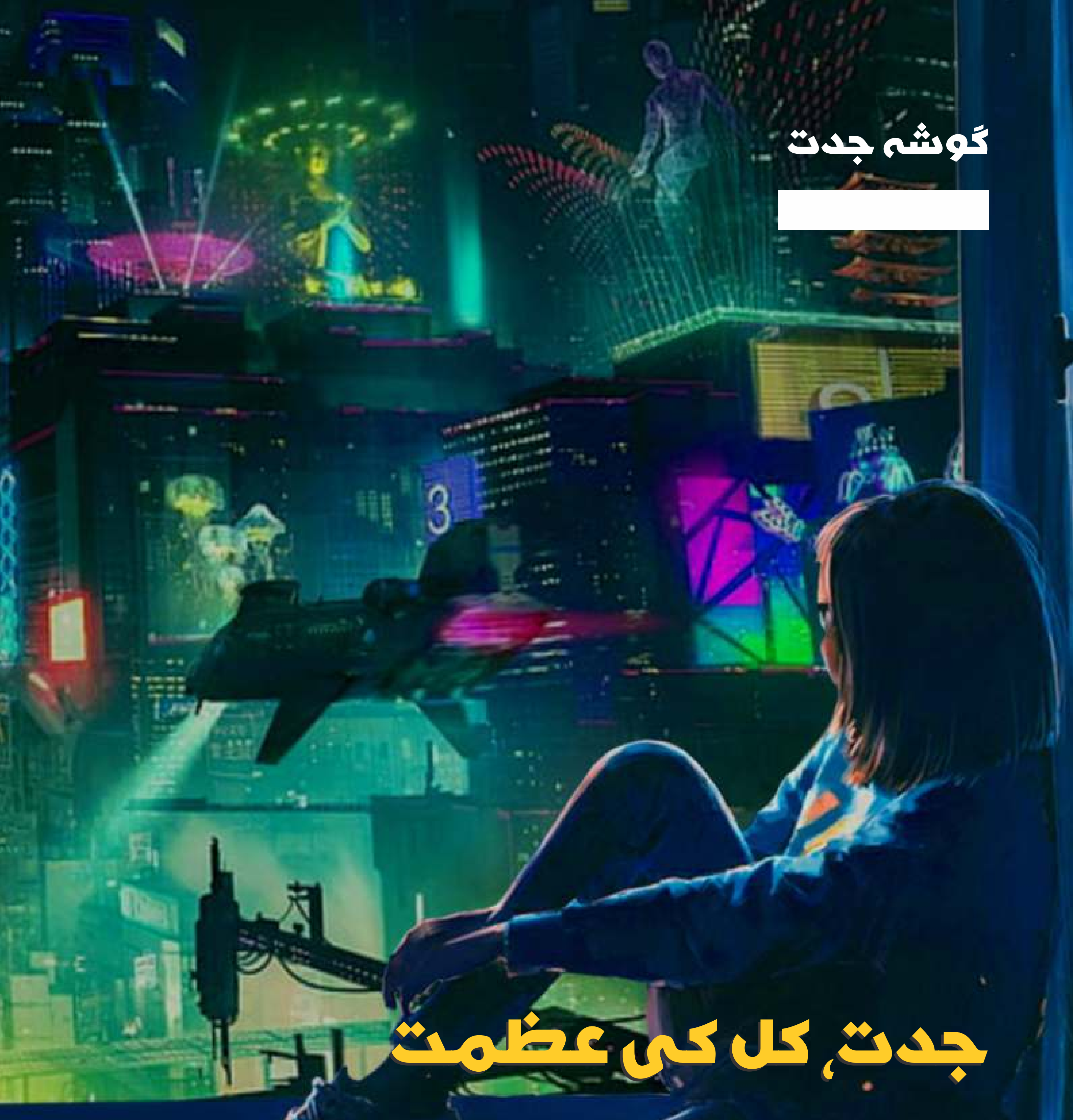

جدت، کل کی عظمت

کووڈ-19 جیسی پیچیدہ اور نئی مشکلات کو روزمرہ کے طریقوں سے قابو پانا ممکن نہیں۔ یو این ڈی پی پاکستان کی ’انوویشن ایکسیلریٹر لیب‘ میں ہم اپنے مختلف پروگراموں اور پارٹنرز کے ساتھ مل کر کام کرتے ہوئے اس پیچیدگی سے نمٹنے کے لئے نئے طریقوں کو آزماتے ہیں۔ یہ مستقبل کے بارے میں دوراندیشی پر مبنی سوچ بچار کی تجربہ گاہ ہے جہاں آج سے دس سال بعد کے حالات کو تخیل کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اور اس پر مختلف تجربات کرتے ہوئے دوررس غور و فکر کی نئی راہیں نکالی جاتی ہیں۔ کووڈ-19 کے بعد سامنے آنے والی نئی دنیا میں پالیسی سازی کے لئے اس طرح کی سرگرمیاں ناگزیر ہیں۔ ’لانگ ٹائم پراجیکٹ‘ ہمیں باور کرا رہا ہے کہ ”آنے والے کل کی فکر کرنے کی صلاحیت اسے تحفظ دینے کی قابلیت کے لئے ناگزیر ہے۔ ہمیں آنے والی نسلوں کے ساتھ اس جذباتی بندھن کو محسوس کرنا ہوگا“۔

اگلی تحریر، اس لیب میں زیرِ عمل اس تجربے کا احوال ہے جسے پڑھتے ہوئے قارئین تخیل کی نگاہ سے دیکھ سکتے ہیں کہ مستقبل کیسا ہے جس کی بدولت وہ اس کے ساتھ ایک تعلق پیدا کر سکتے ہیں اور اس کی بدولت پالیسی میں ان تبدیلیوں پر آج سے کام شروع کر سکتے ہیں جن کی ضرورت کل پڑے گی۔ اس مشق کے سلسلے میں ’کمزور اشاروں کا طریقہ‘ (Weak Signals Approach) استعمال کیا گیا ہے جو ’سترا‘ کے مطابق ’کسی ابھرتے ہوئے ممکنہ مسئلے کا اشارہ ہے جو مستقبل میں نمایاں شکل اختیار کر سکتا ہے۔ ان کمزور اشاروں کی روشنی میں رجحان کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے اور انہیں استعمال کرتے ہوئے مستقبل کی متبادل شکلیں دیکھی جا سکتی ہیں‘1۔ یہ تجزیہ مختلف اعداد و شمار اور معلومات کے جائزے، تحقیق اور کمیونٹی میں یا سوشل میڈیا پر ہونے والی گفتگو کی روشنی میں تیار کیا جا سکتا ہے۔ حالات کا جائزہ لے کر اور ان کی تشریحات کو استعمال کرتے ہوئے بھی یہ تجزیہ تیار کیا جا سکتا ہے۔

1. دفوا، مائک (2019)۔ What is a Weak Signal?۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: https://www.sitra.fi/en/articles/what-is-a-weak-signal/#:~: text=A%20weak%20signal%20is%20the, become%20significant%20in%20the% 20future.&text=Weak%20signals%20can%20also%20be,the%20selection%20of%20alternate%20futures.

کووڈ - 19 کے بعد: کیسا ہو گا ہمارا کل!

کووڈ-19 کی تیسری لہر زوروں پر ہے اور حالات کا تقاضا ہے کہ ہم بحران سے نمٹنے کے اقدامات والی موجودہ سوچ سے نکلیں اور روزمرہ زندگی میں تعطل پیدا کرنے والے اشاروں کو سمجھتے ہوئے اس بات کا اندازہ لگائیں اور تصور کی نگاہ سے دیکھیں کہ عوامی پالیسی کا میدان ہو یا شہروں کا کاروبار زندگی، ہماری یہ نئی دنیا کون سے رنگ ڈھنگ اپنا رہی ہے۔

جویریہ مسعود

ہیڈ آف سلیوشنز میپنگ
انوویشن ایکسیلریٹر لیب
یو این ڈی پی پاکستان

ایک بہتر طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ ایک ڈیزائنر کی طرح سوچتے ہوئے ہم اندازہ لگائیں کہ مستقبل کون کون سی شکلیں اختیار کرسکتا ہے۔ سب سے پہلے اسے ایک تصویری شکل دینا ہوگی۔ شکل نمبر 1 میں "مستقبل کی مختلف ممکنہ اشکال کا ریڈار" (Futures Radar) دکھایا گیا ہے جس میں جستجو (Explorations)، غوروفکر (Reflections) اور اقدامات (Actions) سمیت مختلف سرگرمیوں کو تصویری شکل میں یکجا کر دیا گیا ہے جن کی روشنی میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی جائے گی کہ خلل کے اشارے (Disruptive Signals) کہاں کہاں نمودار ہو رہے ہیں۔ یہ ریڈار وقت کے ساتھ سامنے آنے والی خبروں، تحقیقی مواد، سوشل میڈیا، بات چیت اور گفتگو کے تجزیہ کی روشنی میں بنایا گیا ہے۔

یہ سگنل کئی مختلف شعبوں (Segments) کے گرد ایک ترتیب میں پھیل رہے ہیں جن کو دیکھ کر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مستقبل کون کون سی شکلیں اختیار کرسکتا ہے، کچھ سگنل بتاتے ہیں کہ اس وقت کیا ہو رہا ہے اور بعض ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ آگے کیا کچھ ہوسکتا ہے۔ ان شعبوں میں طرز حکمرانی، پالیسی و سیاست، بنیادی ڈھانچے کی سہولیات اور شہروں کا پھیلاؤ، طرز زندگی اور کام (رویوں کے بارے میں نقطہ نظر) صنعت و پیداوار اور معاشیات شامل ہیں۔

ریڈار کیا بتا رہا ہے، یہ دیکھنے کے لئے ہم اندر سے باہر کی طرف بڑھ سکتے ہیں۔ اندر والا حصہ موجودہ حالات اور مستقبل قریب کے اشارے اور رجحانات ظاہر کرتا ہے اور جیسے جیسے ہم مرکز سے دور ہوتے جاتے ہیں ہمیں مستقبل کے ممکنات اور ان کے طویل مدتی اثرات کا اندازہ ہونے لگتا ہے۔ مختلف شعبوں سے نمودار ہونے والے ان اشاروں کے محرکین، ان کا باہمی ربط اور ایک دوسرے پر انحصار ہمیں ایک 'نئے نارمل' کی جھلک دکھاتا ہے یعنی کووڈ-19 کے بعد کا منظر نامہ کیا ہوگا۔

مستقبل پر نظر دوڑائیں تو کچھ بنیادی سوالات جو سامنے آتے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

نئے دور کے شہر

بیسویں صدی کے اوائل میں سپین سے پھیلنے والی فلو کی وباء نے گھروں کے ڈھانچے میں کچھ تبدیلیاں متعارف کرائیں اور ڈیوڑھی کے ساتھ ہی ہاتھ دھونے کی جگہ یعنی 'سنک' کا اضافہ ہوگیا جس نے جدید دور میں 'پاؤڈر روم' کی شکل اختیار کر لی۔ اس وقت سوال یہ ہے کہ کووڈ-19 کے بعد کی دنیا میں ہم اپنے تعمیراتی ڈھانچے اور ماحول کو کس شکل میں ڈھالتے ہیں اور نئے حالات کے مطابق اسے کس طرح کام میں لاتے ہیں؟ کیا اس سے چھوٹے گھروں یا مائیکرو ہاؤسنگ یونٹس، وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ترقی (Age-Friendly Development) اور مرکز سے دور بسنے والے شہروں کی راہیں کھلیں گی؟ کیا ہم ایک بالکل نئی سوچ اپناتے ہوئے 'ریڈی میڈ شہروں' (Plug-in Cities) میں رہنے والے 'خانہ بدوش' (Portable Habitats) بننے کی طرف مائل ہو سکتے ہیں؟ کیا ہم شہری طرز حکمرانی

1 مربوط گھرانہ اقتصادی سروے، 2015-2016

شکل 1: کووڈ-19 کے پیشِ نظر مستقبل کی مختلف شکلیں اور خلل کے اشارے دینے والا ریڈار

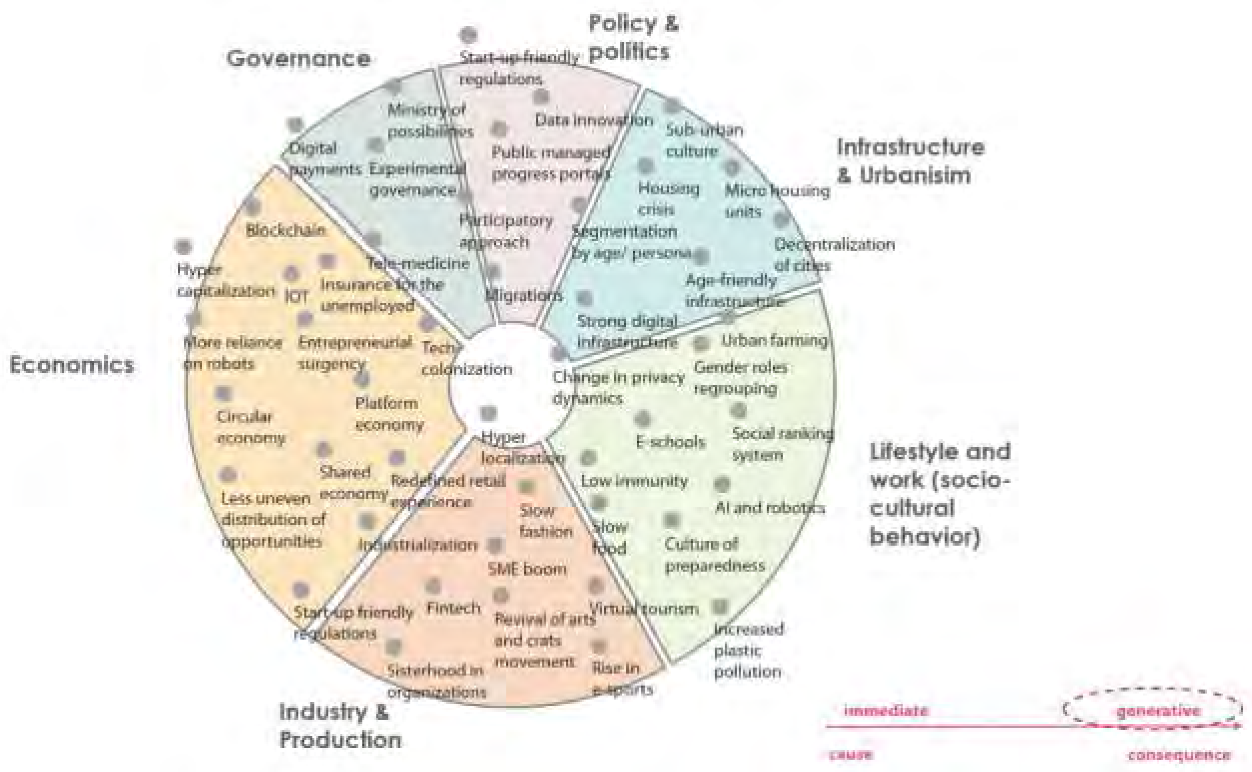

ذریعہ: یو این ڈی پی انوویشن ایکسیلریٹر لیب پاکستان

کے نئے ماڈلز کو منصوبہ سازی کا حصہ بنائیں گے؟ کووڈ-19 یا لاک ڈاؤن کے بعد 'نئے نارمل' کی جانب سفر کیسا ہوگا؟ کیا ہم بنیادی ڈھانچے کی موجودہ سہولیات کے اندر رہتے ہوئے اپنی تدبیر آزمائی سے اپنے شہروں میں محفوظ علاقے یا 'سیف زون' بنانے کا تجربہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں؟

مستقبل کے سکول

آبادی چونکہ آپس میں جڑی ہوئی ہے، اس لئے سکول بند کرنا پڑے اور آن لائن پڑھائی کا رواج چل نکلا۔ لیکن پاکستان میں آبادی کا صرف 12.4 فیصد[1] انٹرنیٹ اور دیگر ڈیجیٹل ذرائع سے استفادہ کر رہے ہیں۔ حصولِ تعلیم کے میدان میں خلا پیدا ہونے کا خدشہ پیدا ہوگیا، جس کے ہاتھوں سماجی و اقتصادی طبقات کے درمیان عدم مساوات مزید بڑھ سکتی ہے۔ اس خدشے کے پیشِ نظر ٹیلی ایجوکیشن پروگرام شروع ہو گئے ہیں لیکن یہ بالکل نئی چیز ہے جسے فوری بنیاد پر عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے، لہٰذا، خلا پھر بھی دور نہیں ہوسکتا۔ اب جبکہ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ متبادل پروگراموں کی ضرورت ہے تو کیا تعلیمی نظام میں بدلتے تقاضوں کے مطابق ڈھلنے کی صلاحیت بہتر بنائی جائے گی؟ کیا ہم "مستقبل کا سکول" ڈیزائن کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں؟ یہ دیکھنے میں کیسا ہوگا اور تمام طبقات کے درمیان علم کی برابر تقسیم کس طرح یقینی بنائے گا؟ کیا نصاب کی تیاری میں پڑھنے والوں کی خصوصیات سے رہنمائی لی جائے گی؟ کیا ہم اپنی کتب اور اسباق کی تیاری میں پڑھنے والوں کو ساتھ لے کر چلنے والے نئے ماڈل وضع کریں گے؟ کیا اعلیٰ تعلیم کا مستقبل 'کرو اور سیکھو' کے تصور پر مبنی ہوگا؟

متبادل اقتصادی نظام

ایندھن کی قیمتیں کچھ عرصے کے لئے اپنی پست ترین سطح پر چلی گئیں، زیادہ تر دفاتر اور تدریسی مراکز عارضی طور پر بند ہو گئے اور صنعتیں جزوی طور پر غیر فعال ہوگئیں، تو معیشت بری طرح متاثر ہوئی۔ حالات آج بھی کئی لحاظ سے بے یقینی کا شکار ہیں۔ فوری بنیادوں پر جو حل نکالے گئے ہیں، وہ مسائل کی یلغار سے نمٹنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ کووڈ-19 اور اس کے اثرات کے جواب میں جو سرگرمیاں ہو رہی ہیں، ان میں اگرچہ بعض ادارے اور سٹارٹ اپ اپنی جگہ بنانے میں کامیاب رہے ہیں، لیکن امداد / مواقع کی (کسی قدر) مساویانہ تقسیم کی طرف سے بھی آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں۔ کیا اس کا مطلب یہی ہے کہ ہم دو قدم "پلیٹ فارم اکانومی" (Platform Economy) کے قریب اور ایک قدم "ڈونٹ اکانومی" (Donut Economy) کے نزدیک آ گئے ہیں؟

سماجی و ثقافتی اقدار میں خلل

محفوظ رہنے کے لئے ضروری ہوگیا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے دور رہیں اور جس حد تک ہو سکے آن لائن میل جول کی عادت اپنائیں۔ یہ سلسلہ دیر تک چل سکتا ہے کیونکہ یہ خطرہ اپنی جگہ موجود ہے کہ وباء بار بار اپنا وار کر سکتی ہے۔ پہلے رمضان اور اس کے بعد عید، سوال یہ ہے کہ کیا ہمیں اپنے ثقافتی ماحول میں کوئی بڑی تبدیلیاں دیکھنے کو ملیں گی؟ ہمارا معاشرہ سماجی تعلقات کو بہت اہمیت دیتا ہے، کیا یہ تبدیلیاں ہمارے معاشرتی ڈھانچے پر اپنا اثر دکھائیں گی؟ کیا تعلقات سے وابستہ ہماری توقعات میں کوئی تبدیلی آئے گی؟ کیا ہماری سماجی

> "ہماری اس دنیا کی تشکیل ہمارے بنائے ہوئے طریقے اور مسائل کے حل کرتے ہیں۔ یہ دردشناسی اور ہمدردی کی بنیادوں پر استوار ہے جسے بعض صورتوں میں ہماری بتدریج ترقی اور ثقافتی تبدیلیاں آگے بڑھاتی ہیں اور کچھ صورتوں میں کسی بڑے واقعہ کا ردعمل اسے آگے بڑھانے کا سبب بن جاتا ہے۔"

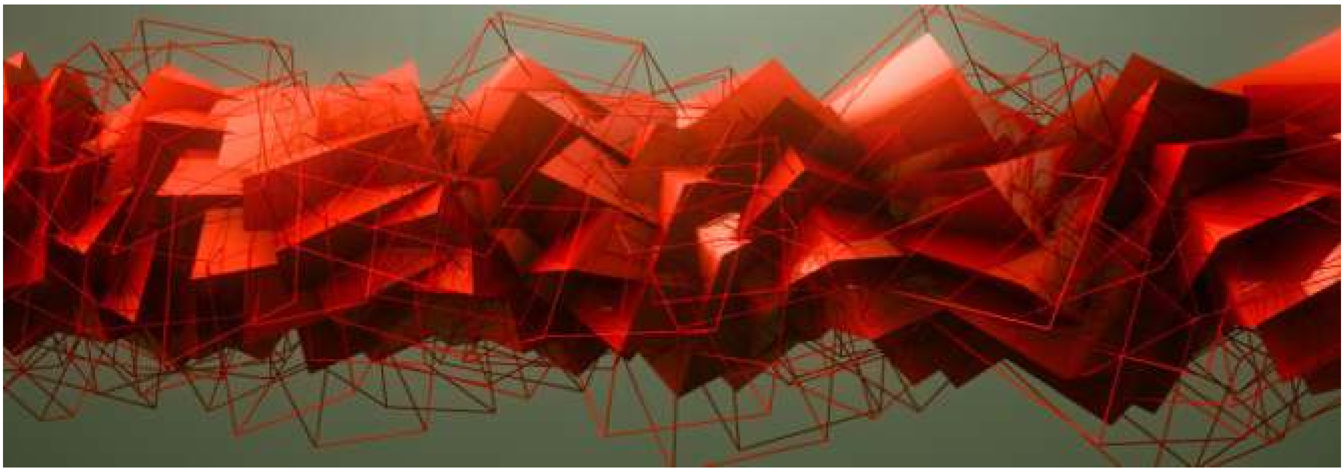

کریڈٹ: 'بہاؤ' بشکریہ پلیٹو آرٹ سپیس

"نامعلوم کہاں سے یہ وباء آئی، جس نے پورے کرہ ارض کو جمود کا شکار بنا دیا اور ہمارے کمزوریوں کو ہمارے سامنے آشکار کر دیا۔ ان حالات میں ضروری ہو گیا ہے کہ ایک منظم انداز میں مکمل از سر نو ڈھانچہ بندی کی جائے۔ یہ سراسر ناسمجھی ہوگی کہ ہم اس بحران کو یکسر ضائع کر دیں اور دور اندیشی اور دردمندی کی راہ اپناتے ہوئے اسے اپنے تقاضوں کے مطابق نہ ڈھالیں۔"

سرحدیں مزید سکڑ جائیں گی اور ہم عافیت اسی میں جانیں گے کہ ہم الگ تھلگ رہیں؟ کیا نجی زندگی کے تصورات اور سوچ میں کوئی تبدیلی آئے گی اور یہ کاروبار زندگی کے دیگر سلسلوں پر بھی اپنا اثر دکھائے گی؟ کیا سماج کے مطابق چلنے والی سوچ اپنی جگہ بنا رہی ہے؟

شعبہ صحت کا مستقبل

بار بار ہاتھ دھونے، صفائی ستھرائی کا بہت زیادہ اہتمام کرنے اور الگ تھلگ رہنے کا نتیجہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہماری قوت مدافعت کمزور پڑ جائے۔ اس بناء پر ہمارے لئے خطرات مزید بڑھ سکتے ہیں۔ ہم اپنے طرز زندگی کو اس کے مطابق کس طرح ڈھالیں گے؟ کیا ٹیلی میڈیسن کا موجودہ رجحان طلب کو پورا کر پائے گا؟

سماجی بہبود کی سرگرمیوں میں وسعت

غیر رسمی شعبے میں ملازمت کرنے والے افراد اور روزانہ اجرت پر گزارہ کرنے والے افراد کے لئے خطرات دن بہ دن بڑھ رہے ہیں۔ لاتعداد افراد کسی دستاویزی ریکارڈ میں بھی نہیں ہیں۔ وزارت منصوبہ بندی، ترقی و اصلاحات کے مطابق، ایک اندازہ ہے کہ پاکستان میں 12.3 ملین سے 18.5 ملین تک افراد اپنی ملازمتیں کھو بیٹھیں گے۔ دوسری جانب حکومت کے احساس پروگرام نے ایک ویب پورٹل شروع کی ہے جو اس دوران ملازمتوں سے محروم ہونے والے افراد کی معلومات مرتب کرے گی اور انہیں مواقع فراہم کرے گی۔ حال ہی میں حکومت نے اپنا "گرین سٹیمولس پلان" (Green Stimulus Plan) بھی پیش کر دیا ہے جس کے تحت ان افراد کو، جو حالیہ عرصے کے دوران روزگار سے محروم ہوئے ہیں، "ٹین بلین ٹری سونامی پروگرام" کے سلسلے میں درخت لگانے کا موقع دیا جائے گا۔

ان حالات میں کیا ہم مستقبل کے لئے سماجی بہبود کا ایک مضبوط پروگرام تشکیل دینے کے لئے زور لگائیں گے؟ جو شاید سرکاری اور نجی شعبے کے اشتراک عمل پر مبنی ہوسکتا ہے؟

کام کا ماحول کیسا ہوگا؟

لاک ڈاؤن اور کام کے ماحول اور طریقہ کار میں تبدیلیوں کی تائید اور قبولیت کی شرح بلند رہی ہے۔ کام کے سلسلے میں ہمارے جوابی اقدامات میں آٹومیشن، استعداد میں بہتری اور علوم پر مبنی معیشت میں طلب اور رسد کے درمیان توازن کو بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے۔ کیا آنے والے دنوں میں پیشہ ورانہ سرگرمیوں میں مزید تیزی آئے گی؟

کیا وباء نے اس حوالے سے بعض مفروضوں کو غلط ثابت کر دیا ہے؟ کیا اس کے نتیجے میں خواتین اور منفرد صلاحیتوں کے حامل افراد کے لئے برسر روزگار ہونے کے مواقع بڑھیں گے؟ کیا ہم 'ریموٹ بزنس' کے ان طریقوں کو قبول کر سکتے ہیں جو ریموٹ ہونے کے ساتھ ساتھ موثر بھی ہوں؟

یہ تمام سوالات ہمیں آنے والے کل کے ممکنات کا پتہ دیتے ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم حال میں رہتے ہوئے تخیل کی نگاہ سے مستقبل کی دنیا کو دیکھنا سیکھیں۔

آنے والے کل کے قصے ۔
ایک تجر باتی نقطہ نظر

کووڈ -19 کے بعد آنے والا کل کیسا ہو گا؟

ہم اس طرح کے بہتر انسان کیسے بن سکتے ہیں کہ ہماری آنے والی نسلیں کہہ سکیں کہ ہمارے آباؤ اجداد اچھے لوگ تھے؟ ایک عام انسانی خصلت ہے کہ ہم زیادہ دور کی نہیں سوچتے ۔لہٰذا، جن لوگوں نے مستقبل پر نظر رکھی ہوئی ہے وہ آج کے فیصلہ سازوں کو مستقبل کے ساتھ ہمدردی اور درد شناسی پر مبنی تعلق پیدا کرنے میں مدد دیتے ہیں تا کہ بہتر فیصلوں کا کام آج سے ہی شروع ہو جائے اور یہ دوسروں سے بہتر بھی ہو۔

تخیل
جو یریہ مسعود

سال 2020:

رضا پچھلے چار سال سے ایک معروف نجی ادارے میں کام کر رہا ہے۔ آج وہ بہت خوش ہے کیونکہ آج اسے وہ پروموشن مل رہی ہے جس کا اسے ایک عرصے سے انتظار تھا اور وہ ٹیکنالوجی ڈویژن کا اسسٹنٹ مینجر بننے والا ہے۔ ابھی اس عہدے پر دو ہفتے گزرتے ہیں کہ شہر میں کووڈ-19 کے پہلے مریض کی خبر آجاتی ہے۔ کچھ ہفتے بعد حکومت لاک ڈاؤن کا اعلان کر دیتی ہے۔ رضا سوچ رہا تھا کہ اپنی ٹیم کے ساتھ مل کر ایک تفریح کا اہتمام کرے گا جہاں وہ آئندہ کے منصوبوں اور ان کے لئے ٹیم کی تیاری پر تبادلہ خیالات کریں گے لیکن اسے یہ نشست ایک ماہ کے لئے ملتوی کرنا پڑی کیونکہ امید یہی کی جا رہی ہے کہ اتنے میں لاک ڈاؤن ختم ہو جائے گا۔

Illustration: Elena Lacey; Getty Images

سال2021:

اپریل 2021 آگیا ہے۔ ایک سال گزر چکا ہے۔ سات ماہ تک گھر سے کام کرنے کے بعد رضا اب ہفتے میں دو دن دفتر جاتا ہے۔ اسے کوآرڈینیشن اور مینجمنٹ سے متعلق اپنے سارے کام کو ڈیجیٹل طریقوں پر منتقل کرنا پڑا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے گپ شپ اور تبادلہ خیالات کے لئے غیر رسمی چیٹ کا ایک سسٹم تیار کیا ہے جس کے ذریعے وہ ان کی جذباتی کیفیت کا اندازہ بھی لگا سکتا ہے اور ہر تین ماہ بعد یہ سب لوگ آن لائن لنچ پر بھی اکٹھے ہوتے ہیں۔ پچھلا سال بہت کٹھن رہا۔ اس کے 63 فیصد ساتھیوں کے ذاتی کمپیوٹرز میں دفتر کے کام کے لئے استعمال ہونے والے پروگرام انسٹالڈ نہیں تھے۔ 38 فیصد کے کمپیوٹر دفتر کے کام کے لئے موزوں نہ تھے۔ 23 فیصد کو مشترکہ ٹیکنالوجی ڈیوائسز استعمال کرنا پڑیں۔ 33 فیصد کا انٹرنیٹ صحیح کام نہیں کر رہا تھا۔ 11 فیصد کے پاس انٹرنیٹ ہی نہیں تھا۔

ان تمام مشکلات پر قابو پانے کے لئے اس کی کمپنی کو نئی ڈیوائسز خریدنا پڑیں، انٹرنیٹ کے بہتر پیکج حاصل کرنا پڑے اور کام کرنے کے لئے لچکدار اوقات اپنائے گئے۔ لیکن جہاں بنیادی ڈھانچے کی سہولیات کی کمی ہے، وہاں رابطے کی عمدہ سہولتیں فراہم کرنے کے لئے کچھ نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ مجموعی طور پر ان کی کمپنی کی کارکردگی اتنی اچھی نہیں جا رہی لیکن انتظامیہ پھر بھی مطمئن ہے کہ کم از کم وہ لوگ کام تو کر رہے ہیں کیونکہ بہت سی کمپنیاں ایسی ہیں جو بند ہوگئی ہیں یا انہوں نے ملازمین کی تعداد بہت کم کر دی ہے۔

ان حالات میں لوگ جس نفسیاتی اور معاشرتی کیفیت سے گزر رہے ہیں بذات خود وہ بھی ایک بڑا چیلنج ہے۔ ذہنی صحت کے بارے میں آگاہی اور کام کرنے کے ہائبرڈ طریقے ابھی نئی چیزیں ہیں اور ان پر بار بار تجربات کر کے ان کی افادیت کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

انسٹنٹ سٹی: Living Air-Tight، یومکی لی، چینگ کوئی لی

سال2025:

فہد، حکومت کے سمولیشنز پالیسی ونگ میں کنسلٹنٹ کے طور پر کام کرتا ہے۔ اس کا کام سائنس فکشن اور گیمیفکیشن کو استعمال کرتے ہوئے ایسی سمولیشنز تیار کرنا ہے جن کے ذریعے حقیقی زندگی کے اعداد و شمار پر کام کرتے ہوئے حکومت کو رہنمائی فراہم کی جاتی ہے جن کی روشنی میں وہ فیصلے کرتی ہے۔ چند سال پہلے کس نے سوچا تھا کہ ہم کبھی سمولیشنز کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے کام کے طریقوں پر بھی گفتگو کریں گے۔ اب یہ پروگرام بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں پڑھائے جا رہے ہیں اور تمام صوبائی حکومتوں نے اس کام کے لئے مخصوص ٹیمیں بنالی ہیں۔ پالیسی ایڈووکیسی اور منصوبہ سازی کی اصلاحات جو کبھی محض بند کمروں میں ہوتی تھیں، ایک طویل سفر طے کرنے کے بعد ایک ایسی سرگرمی کی شکل اختیار کر چکی ہیں جس میں سب لوگ حصہ لیتے ہیں۔ شہریوں کے لئے ایک مخصوص پبلک پورٹل بنادی گئی ہے جس پر وہ اپنی ضروریات، خواہشات اور مسائل اور ان کے حل کے بارے میں اندازے لگا سکتے ہیں۔ یہ پورٹل اس بات کے تخمینے تیار کرتی ہے کہ مختلف شعبوں میں کوئی بھی تبدیلی لانے یا نہ لانے سے کیا فائدے اور نقصانات ہوسکتے ہیں۔

بشکریہ: پینٹون ڈیزائن بیسل

مستقبل کے بارے میں ورنر پینٹون کی نمائش 'وژناٹو' (1970) میں دریائے رائن کے کنارے لگی ایک کشتی میں منعقد کی گئی۔ کشتی پر ایسا ماحول بنایا گیا کہ دیوار اور فرش کے درمیان فرق باقی نہ رہا، اور آپ جہاں چاہیں، اپنی سہولت کے مطابق نیم دراز انداز میں بیٹھ سکیں۔ اس کے ساتھ مختلف رنگوں کی روشنیاں استعمال کرتے ہوئے مختلف زون بنادیئے گئے جس نے ماحول کو مزید پرلطف بنادیا۔

سال2026:

2019 میں حنا نے بچے کی پیدائش کے سلسلے میں چھٹی لی تھی۔وہ اس بات پر پریشان تھی کہ دفتر واپس جانے کے بعد بچے کی نئی ذمہ داریوں کو کس طرح پورا کرے گی۔ابھی اس کے دفتر واپس جانے میں دو ہفتے باقی تھے کہ کووڈ-19 کے پیش نظر کمپنی کی تمام سرگرمیاں ریموٹ ورکنگ پر منتقل ہوگئیں۔گھر سے کام کرنا اس کے لئے نعمت ثابت ہوا۔وہ بچے کی دیکھ بھال،گھر کے کام اور دفتر کے تمام کام بیک وقت کر سکتی تھی۔اب وہ سوچتی ہے کہ وباء اس کے لئے کتنی مددگار ثابت ہوئی اور اس کے باس نے اس کی یہ بات بھی مان لی کہ وہ ریموٹ ورکنگ کے ساتھ ساتھ اپنی سہولت کے مطابق کام کے اوقات مقرر کر سکتی ہے۔اب وہ صرف ضرورت پڑنے پر دفتر جاتی ہے۔اس کے پاس ایک ڈیجیٹل نوٹ بک ہے جس پر وہ اپنے تمام کام کرتی ہے،تمام میٹنگز،دستاویزات،جائزے،سب اسی میں ہیں۔اس کی بدولت وہ اپنی ٹیم کے جاری اور مکمل شدہ کام کو دیکھ سکتی ہے۔وہ اپنی کمپنی کی ممبرشپ کے ذریعے شہر میں کسی بھی جگہ پر بنے'پوڈز'(Pods) میں میٹنگ کرنے کی درخواست کر سکتی ہے۔2021 میں کام کرنے کے طور طریقے بدلے تو کام کرنے کے لئے یہ'پورٹیبل آفس ڈیسک'بن گئے۔غبارے کی شکل میں بنے یہ پوڈ پورے شہر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ہر پوڈ میں ڈیجیٹل ڈیوائسز لگے ہیں،رابطے کی تمام سہولیات موجود ہیں،اور دفتری ڈیسک اور کرسی بھی رکھی ہوئی ہے۔حفظان صحت کے پیش نظر سارا فرنیچر فیبرک کے بجائے سنتھیٹک مائیکروپولیمر کا بنا ہے۔جیسے ہی کوئی ممبر،پوڈ میں داخل ہوتا ہے یہ خودکار طریقے سے اپنی سینیٹائزیشن کر لیتا ہے۔پوڈ ایک سے چار افراد تک گنجائش کے مختلف سائز میں موجود ہیں۔کبھی کبھی حنا سوچتی ہے کہ اس کا دفتر کتنا بدل گیا ہے،ایک وقت تھا جب یہ پانچ منزلہ عمارت میں بنا تھا جس کے ہر فلور پر کھلے ہال تھے اور آج یہ 150 مربع گز کے پوڈ میں سمٹ گیا ہے جو کبھی ایک جگہ نہیں رہتا۔

انسٹنٹ سٹی۔1969۔آرچیگرام

دی ایئر شپ۔ولیم ہیتھ رابنسن

سال2027:

پورا دن کام کرنے کے بعد مرتضیٰ اپنے x2f کیاسک کو بند کر رہا ہے۔پچھلے دو سالوں کے دوران وہ اسلام آباد میں 11 کیاسک کھول چکا ہے۔یہ ایک'ہائبرڈ ریٹیل ماڈل'ہے جس میں آپ کیاسک کے اندر داخل ہوتے ہیں،'ورچوئل رئیلٹی'کے ذریعے اپنی ضرورت کی چیزیں اٹھاتے ہیں (سودا سلف، دودھ دہی، کپڑے، دوائیاں، چائے / کافی)،سمولیشن کے ذریعے ان کا جائزہ لیتے ہیں، آئی سکینر کے ذریعے اپنے بینک اکاؤنٹ تک رسائی حاصل کرتے ہیں اور رقم ادا کر کے چل پڑتے ہیں۔کسٹمر کو کسی چیز کو ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔آپ یہاں سے باہر نکلتے ہیں اور اپنی خریدی ہوئی تمام چیزیں شہر میں پچاس جگہوں پر بنے'شوٹس'سے حاصل کر لیتے ہیں یا اپنے گھر منگوا لیتے ہیں۔مرتضیٰ بمشکل پانچ جماعت پاس ہے اور 2020 تک اس کے پاس رابطے کی کوئی سہولت میسر نہ تھی۔لاک ڈاؤن کے دوران روزانہ اجرت پر کام کرنے والے لوگوں کی گزر بسر بہت مشکل ہوگئی، اس لئے مرتضیٰ کو نت نئے تجربے کرنا پڑے۔اس نے حکومت کی طرف سے شروع کئے گئے ایک تربیتی پروگرام کے ذریعے ڈیجیٹل لٹریسی حاصل کی اور آج ایک کامیاب چین چلا رہا ہے جس میں تقریباً ساٹھ لوگ ملازمت کر رہے ہیں۔

بکھرے لوگ، بکھرے خواب

شہناز کے لئے، ایک نیا آغاز

شہزاد احمد

کمیونیکیشنز آفیسر
سٹیبلائز یشن اینڈ
ڈو یلپمنٹ پروگرام
یو این ڈی پی پاکستان

ملک کے شمالی حصے میں غیر ریاستی کرداروں کے خلاف سکیورٹی آپریشنز کے نتیجے میں پانچ ملین سے زائد افراد کو نقل مکانی کرنا پڑی۔ نتیجے میں کئی مشکلات سامنے آئیں، جن میں سے ایک بڑی مشکل یہ تھی کہ بنیادی ڈھانچے کی سہولیات تباہ ہوگئیں اور معاشی سرگرمیوں معطل ہو کر رہ گئیں۔ سال 2008 کے دوران آٹھ قبائلی ایجنسیوں میں تمام تر سرگرمیاں جمود کا شکار رہیں۔

2015 میں ہمہ گیر آپریشنز کے بجائے ہدف پر مبنی آپریشنز کا سلسلہ شروع ہوا تو حکومت نے نئے ضم شدہ اضلاع (جو پہلے وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات کے نام سے جانے جاتے تھے) سے نقل مکانی کرنے والے خاندانوں کی اپنے علاقوں کو محفوظ، رضا کارانہ، باوقار اور مدد کے تحت واپسی کا سلسلہ شروع کیا۔ 2019 تک نقل مکانی کرنے والے تقریباً 95 فیصد خاندان واپس آچکے تھے۔ اس کے باوجود ان میں سے بیشتر علاقے بنیادی سماجی خدمات اور روزگار کے مواقع کی کمی کا شکار رہیں۔ لہٰذا، ان لوگوں کے لئے زندگی صحیح معنوں میں معمول پر واپس نہیں آئی۔

ایسی ہی ایک کہانی شہناز کی ہے، جو بتیس سالہ بیوہ اور سات بچوں کی ماں ہیں۔ ان کا کنبہ بھی عارضی نقل مکانی کرنے والے (ٹی ڈی پیز) ہزاروں متاثرہ خاندانوں میں شامل ہے۔ فاٹا کی خیبر ایجنسی کے علاقے باڑہ میں جب وہ واپس آئیں تو ان کا گھر، مال اسباب اور ذرائع معاش سب چھن چکا تھا۔

پورے خاندان کا پیٹ پالنے کی ذمہ داری شہناز کے کندھوں پر تھی اور انہیں کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اپنے بچوں کی پرورش کیسے کریں گی۔ کچھ غیر سرکاری تنظیمیں تھیں جو عارضی نقل مکانی کرنے والے ان افراد کی بحالی کے لئے کام کر رہی تھیں۔ لیکن انسانی اور مالی دونوں طرح کے وسائل انتہائی محدود تھے۔

ایسی ہی ایک این جی او، سوسائٹی فار ہیومن اینڈ انسٹی ٹیوشنل ڈویلپمنٹ (ایس ایچ آئی ڈی) ان لوگوں کی مدد میں اہم کردار ادا کرتے ہوئے پشاور میں کام کر رہی تھی۔ اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ پاکستان اور فاٹا سیکرٹیریٹ کی معاونت سے ایس ایچ آئی ڈی نے علاقے کے 100 کمزور خاندانوں کو ذرائع معاش بحال کرنے اور آمدنی کے نئے ذرائع پیدا کرنے میں مدد دی۔

شہناز بتاتی ہیں کہ ''میں نے جب سنا کہ یو این ڈی پی اور فاٹا سیکرٹیریٹ کی طرف سے واپس آنے والے ٹی ڈی پیز کو نقد گرانٹس دی جا رہی ہیں اور روزگار کے مواقع فراہم کئے جا رہے ہیں تو میں بہت خوش ہوئی''۔

شہناز سمیت باڑہ، خیبر ایجنسی کے گاؤں اکاخیل کی 100 خواتین کے لئے تین روزہ 'بزنس مینجمنٹ سکلز ٹریننگ' (بی ایم ایس ٹی) کا اہتمام کیا گیا۔ تربیت کے دوران شرکاء نے کاروباری امور کی بنیادی سوجھ بوجھ حاصل کی۔ مقامی تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کورس کا مواد سادہ پشتو زبان میں تیار کیا گیا تھا۔

یہ تربیت اور بائیس ہزار روپے کی نقد گرانٹ حاصل کرنے کے بعد شہناز نے ایک سلائی مشین اور دوسرا ضروری سامان خریدا اور اپنے گھر کے اندر ہی درزی کا چھوٹا سا کاروبار شروع کر لیا۔

اب وہ اپنا یہ چھوٹا سا کاروبار کامیابی سے چلا رہی ہیں اور کپڑے سلائی کر کے گاؤں والوں کو فروخت کرتی ہیں۔ اپنی لگن اور مالی مدد کے ساتھ ساتھ مہارتوں میں بہتری کی بدولت وہ اب معقول آمدنی کما لیتی ہیں اور باعزت طریقے سے اپنے خاندان کی ضرورتیں پوری کر رہی ہیں اور یوں ان کے لئے ایک باوقار زندگی کا موقع بھی پیدا ہوگیا ہے۔

> ”کبھی کبھی ایک چھوٹا سا تنکا بھی بڑا سہارا بن جاتا ہے۔“

غمِ زندگی اور غمِ روزگار

ایک بااختیار زندگی کے لئے برسرِ پیکار، زرینہ

شہزاد احمد
کمیونیکیشنز آفیسر، سٹیبلائزیشن اینڈ ڈویلپمنٹ پروگرام، یو این ڈی پی پاکستان
سومیا خانم
سوشل موبلائزر، پی اے ڈبلیو ڈی

چھیالیس سالہ زرینہ بی بی، جنوبی وزیرستان ایجنسی کی تحصیل ساراروغا کے گاؤں میزیوام کی رہائشی ہیں۔ ان کے شوہر فرنٹیئر کانسٹیبلری میں کام کرتے تھے جنہیں جنوبی وزیرستان ایجنسی میں بے چینی کے دنوں کے دوران نامعلوم افراد نے اغواء کر کے قتل کر دیا۔

زندگی بھر، زرینہ نے کوئی کام کیا ہے تو وہ ہے محنت۔ شوہر کی وفات نے ان کے لئے مسائل کا ایک وبال کھڑا کر دیا۔ ایک طرف بچوں کا پیٹ پالنے کی فکر اور دوسری جانب یہ ڈر کہ بیٹوں کو کام کے لئے باہر بھیجا تو کہیں کوئی انہیں بھی قتل نہ کر دے۔ وہ بتاتی ہیں کہ ”میرے شوہر کی وفات کے بعد میرا کوئی ذریعہ آمدن نہ تھا اور واحد امید میرے مرحوم شوہر کی پنشن تھی“۔ وہ یہ طے کرنے سے قاصر تھیں کہ غم زندگی کو پہلے رکھیں یا غم روزگار کو۔

لیکن بعض گھریلو جھگڑوں کی بناء پر ان کے دیور نے نہ صرف ان کی پنشن چھین لی بلکہ انہیں گھر بھی چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ بے بس اور بے سہارا زرینہ نے اس امید کے ساتھ کراچی کا رخ کر لیا کہ وہاں اپنی اور اپنے بچوں کی زندگی کو محفوظ بنائیں گی اور اسے سنواریں گی۔ وہ چھ ماہ تک وہاں رہیں اور پھر بنوں شہر میں منتقل ہو گئیں۔

جنوبی وزیرستان میں ماحول کچھ بہتر ہوا تو زرینہ نے واپسی کا فیصلہ کر لیا۔ وہ بتاتی ہیں کہ ”میں جب واپس آئی تو ہمارا گھر پورا تباہ ہو چکا تھا اور وہاں کچھ بھی نہیں بچا تھا“۔ کوئی مستقل ذریعہ معاش نہ تھا اور ان کے پورے خاندان کی گزر بسر عالمی ادارہ خوراک سے ملنے والی اشیائے خورد و نوش اور مقامی لوگوں کی امداد پر تھی۔

زرینہ کے لئے امید کی پہلی کرن اس وقت نمودار ہوئی جب ان کے علاقے میں خواتین کی پہلی کمیونٹی تنظیم بنی۔ یہ تنظیم یو این ڈی پی پاکستان، فاٹا سیکرٹیریٹ اور پاورٹی الائنس ویلفیئر ٹرسٹ نے مل کر 2016 میں بنائی۔

اس تنظیم کا ترجیحی مقصد علاقے کی خواتین کو روزگار کے مواقع فراہم کرتے ہوئے ان کی بحالی میں مدد دینا تھا۔ زرینہ نے 15 دن کے لئے ان کے ساتھ کام کیا جن کے دوران انہوں نے اپنے تباہ حال گھر کی چھوٹی موٹی مرمت کرا لی۔ کام ختم ہونے پر انہیں سات ہزار روپے کی رقم ملی۔ زرینہ کا چہرہ امید سے کھل اٹھا اور اپنے مستقبل کے بارے میں ان کی سوچ اب مثبت ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ”میں بہت خوش ہوں کہ کسی نے تو ان کاموں میں خواتین کو شامل کرنے پر توجہ دی۔ یو این ڈی پی نے پاورٹی الائنس ویلفیئر ٹرسٹ کے ذریعے مجھے نہ صرف اپنے گھر کی مرمت کرانے کا موقع دیا بلکہ اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے نقد رقم بھی دی“۔ زرینہ اس بات پر شکر گزار ہیں کہ انہیں ایک سہارا ملا جس کی بدولت وہ اپنے اور اپنے بچوں کے لئے ایک بامعنی زندگی کی شروعات کر سکتی ہیں۔

> ” زندگی بھر، زرینہ نے کوئی کام کیا ہے تو وہ ہے محنت۔ “

کھرے لوگ
سچی کہانیاں

عدم تحفظ کے خلاف برسر پیکار
چھوٹے عطیات، بڑے اثرات

شہزاد احمد

کمیونیکیشنز آفیسر
سٹیبلائزیشن اینڈ ڈویلپمنٹ پروگرام
یو این ڈی پی پاکستان

اختر زمان، جنوبی وزیرستان کے دورافتادہ گاؤں انزرکالے کے رہنے والے ہیں جہاں سڑک کنارے ان کا ایک چھوٹا سا جنرل سٹور تھا۔ یہ سٹور نہ صرف ان کے خاندان کی آمدنی کا واحد ذریعہ تھا بلکہ پورے علاقے کی ضروریات پوری کرنے والا واحد سٹور بھی تھا جو ان کے والد نے 1950 میں شروع کیا تھا۔

2008 میں اختر زمان اور ان کا خاندان علاقے میں بدامنی کی وجہ سے جنوبی وزیرستان کو چھوڑ کر کراچی آ گیا۔ وہ بتاتے ہیں کہ ”یہ میری زندگی کا سب سے تاریک دن تھا۔ مجھے اور میرے گھر والوں کو رات کی تاریکی میں علاقے سے نکلنے کے لئے پہاڑوں سے گزرنا پڑا۔ میرے بھائی اور والد اپنی چیزوں کی رکھوالی کے لئے گاؤں میں ہی رک گئے“۔ اختر زمان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ”ہم نے انتہائی افسردگی کے عالم میں اپنا بسا بسایا گھر اور چلتی ہوئی دکان چھوڑی جس میں دو لاکھ روپے سے زیادہ کا سامان پڑا تھا۔ کچھ دن بعد میرے والد بھی ہمارے پاس کراچی آ گئے“۔

اختر زمان نے کراچی میں ایک نئی زندگی کا آغاز کیا، مزدوری کرنے لگے جس سے اتنی رقم بن جاتی تھی کہ ان کے روزمرہ اخراجات پورے ہو جاتے تھے اور کچھ برائے نام سی بچت بھی ہو جاتی تھی۔

جنوبی وزیرستان میں سکیورٹی فورسز کے کلیئرنس آپریشن اور خطے میں امن کی بحالی کے بعد اختر زمان اور ان کے اہل خانہ نے 2012 میں اپنے آبائی گاؤں واپس جانے کا فیصلہ کیا۔ وہ بتاتے ہیں کہ ”ہم لوگ جب واپس گاؤں پہنچے تو سوائے سامان سے بھرے ہوئے دو کمروں کے، میرا گھر صحیح حالت میں موجود تھا۔ ان کمروں اور ان کے ساتھ تمام دوسری چیزوں کو امن دشمنوں نے جلا ڈالا تھا۔ میں بھاری قدموں کے ساتھ اپنے جنرل سٹور کی طرف گیا اور اس کی حالت دیکھ کر مجھے شدید دھچکا پہنچا۔ چھت گری ہوئی تھی، اور کچھ بھی نہیں بچا تھا، سوائے ایک خراب فریج کے، جو دکان کے ملبے میں ہی رکھی تھی“۔

زخموں پر نمک والی بات یہ کہ دکان کے کھاتے والے رجسٹر سب غائب تھے۔ ان میں ان تمام گاہکوں کی تفصیل تھی جو ادھار پر چیزیں خریدتے تھے۔ اختر زمان کا اندازہ ہے کہ اس وقت دکان کا صرف ادھار کھاتہ تقریباً دو لاکھ روپے کا تھا۔ کچھ لوگوں نے تو پیسے دے دیئے لیکن زیادہ تر لوگوں نے انکار ہی کر دیا کہ انہوں نے کوئی پیسے بھی دینے تھے۔

اختر زمان بتاتے ہیں کہ ”اپنے سٹور کی حالت دیکھ کر میں بہت پریشان ہو گیا۔ خود کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا لیکن بہرحال سنبھالنا پڑا۔ میں

> ”یہ میری زندگی کا سب سے تاریک دن تھا۔ مجھے اور میرے گھر والوں کو رات کی تاریکی میں علاقے سے نکلنے کے لئے پہاڑوں سے گزرنا پڑا۔ میرے بھائی اور والد اپنی چیزوں کی رکھوالی کے لئے گاؤں میں ہی رک گئے۔“

نے فیصلہ کیا کہ سب پھر سے شروع کروں گا اور بارہ ہزار کی جو رقم بچا رکھی تھی اس سے دکان کے لئے مال خریدا۔ اب میں نے دکان کھولنا شروع کر دی اور شروع شروع میں بچوں کو بسکٹ، گولیاں، ٹافیاں وغیرہ بیچنے لگا۔ آمدنی زیادہ تو نہیں ہوتی تھی لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ میری دکان میں روزمرہ استعمال کی کوئی چیز بھی نہ تھی اور جو بھی گاہک آتا اسے دکان سے خالی ہاتھ جانا پڑتا۔ میرے پاس اگر معقول چیزیں ہوتیں تو بھی روزانہ کی اچھی خاصی آمدنی ہو جاتی''۔

چند ماہ بعد پاک فوج نے اختر زمان کے لئے سڑک کنارے دو دکانیں تعمیر کر دیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ ''دکانیں تو بن گئیں لیکن اصل مسئلہ یہ تھا کہ سیل بہت کم تھی اور میرے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ میں دکان میں مال بھر سکوں''۔

مئی 2016 میں یو این ڈی پی کے 'فاٹا سٹیبلائزیشن اینڈ ڈویلپمنٹ پروگرام' (ایس ڈی پی) نے ڈپارٹمنٹ فار انٹرنیشنل ڈویلپمنٹ، یو کے ایڈ، کی بھرپور مالی معاونت سے علاقے میں فاٹا واپس آنے والے عارضی بے گھر افراد میں مقابلے کی صلاحیت اور بحالی کے امدادی پروگرام کا آغاز کیا۔ اس پراجیکٹ کے ذریعے کمزور اور اہل افراد کو کاروبار چلانے کی مہارتوں میں تربیت دی گئی اور اپنے ذرائع معاش بحال کرنے کے لئے امدادی گرانٹس دی گئیں۔ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر دی جانے والی اس امداد کے لئے اہل افراد میں اختر زمان کا بھی نام آگیا۔

اختر زمان بتاتے ہیں کہ ''چند ہفتے بعد پراجیکٹ ٹیم نے ہمیں ایک قریبی علاقے میں کاروبار چلانے کی ایک تربیت کے سلسلے میں بلایا۔ اس تربیت کے دوران ہم نے کاروبار چلانے کی بنیادی مہارتیں، ریکارڈ کی تیاری اور صارفین کے ساتھ بات چیت کے طریقے سکھائے۔ میں نے اس تربیت سے ایک بہترین سبق یہ سیکھا کہ اچھی اور میٹھی بات کسی بھی کاروبار میں کامیابی کی چابی ہے''۔

اختر زمان نے مزید بتایا کہ ''یو این ڈی پی نے مجھے جون 2016 میں بائیس ہزار روپے کی کاروباری گرانٹ دی۔ میں نے اس رقم سے اپنی دکان میں مال ڈالا''۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس عطیے کی بدولت مجھے ڈیلروں کے ساتھ کاروبار شروع کرنے اور ان کا اعتماد حاصل کرنے میں مدد ملی جس کی بنیاد پر آئندہ کے لئے ادھار پر مزید مال لینے کی راہ ہموار ہوئی۔

خوش و خرم چہرے کے ساتھ اختر زمان نے بتایا کہ ''میں یو این ڈی پی کا شکرگزار ہوں۔ میں آج بھی ان باتوں پر عمل کرتا ہوں جو میں نے تربیت کے دوران سیکھیں جن کی بدولت مجھے اپنے گاہک بڑھانے میں مدد ملی۔ ایک دن قریبی گاؤں کا ایک گاہک مجھ سے کوئی چیز خرید کر گیا اور کچھ دن بعد اس کی شکایت لے کر آیا۔ میں نے بزنس مینجمنٹ میں سکھائے گئے سبق پر عمل کیا، اس کی بات تحمل کے ساتھ سنی اور اس کی خریدی ہوئی چیز تبدیل کر کے اس کی جگہ نئی دے دی۔ اس واقعہ کے بعد میرے پاس اس گاؤں سے بھی مزید لوگ آنے لگے اور آہستہ آہستہ میرے پکے گاہک بن گئے''۔

اختر زمان اب اپنی دکان کی خوبصورتی پر توجہ دینے کا سوچ رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ''چھوٹی سی گرانٹ کی بدولت میرا کاروبار دن بہ دن بڑھتا جا رہا ہے۔ مجھے یہ گرانٹ تقریباً ڈھائی سال پہلے ملی تھی اور آج میری دکان میں اسی سے نوے ہزار کی چیزیں پڑی ہیں۔ میں نے اپنی دکان کو مزید بڑھا لیا ہے اور اب سلیپر، پھل، سبزیاں، چینی، پکانے کا تیل، آٹا، مشروبات، مرغی اور اس طرح کی بے شمار چیزیں بیچ رہا ہوں۔ میری کوشش ہے اور امید ہے کہ ایک دن میری دکان میں ہر وہ چیز ہوگی جو کسی بھی گاہک کی مانگ پوری کرنے کے لئے ضروری ہو''۔

> ''میں نے اس تربیت سے ایک بہترین سبق یہ سیکھا کہ اچھی اور میٹھی بات کسی بھی کاروبار میں کامیابی کی چابی ہے۔''

وادی اور سیلاب - گلیشئر جھیلوں سے پیدا ہونے والے سیلاب
بروقت انتباہ کے انتظامات

مہوش بخاری
کمیونیکیشنز اینڈ رپورٹنگ آفیسر، گلاف II- پراجیکٹ

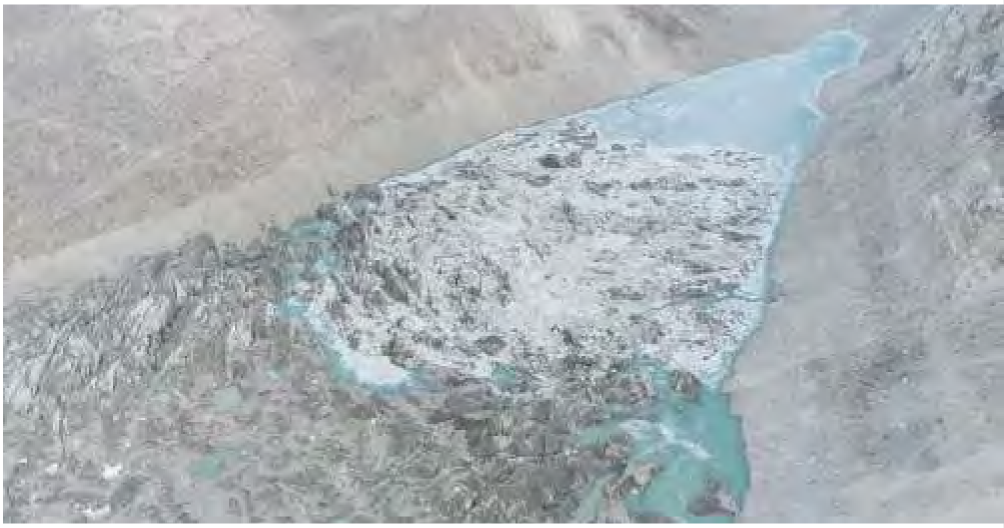

وادی ہنزہ، جسے اکثر لوگ جنت ارضی کا نام دیتے ہیں، موسمیاتی تبدیلی کے اثرات کی لپیٹ میں ہے اور اس سے پیدا ہونے والی آفات اس کے لئے مستقل خطرہ بنی ہوئی ہیں۔ ایک حالیہ مثال وادی ہنزہ کے گاؤں حسن آباد میں ششپر گلیشیئر سے اٹھنے والی بے رحم لہروں کی یلغار ہے۔ ان خطرات کے پیش نظر علاقے میں آفات سے نمٹنے کے اقدامات کی ضرورت مرکزی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔

وادی میں موجود 28 کے لگ بھگ گلیشئرز میں شامل ششپر، تقریباً 24.9 مربع کلومیٹر کے رقبے پر پھیلا ہوا ہے جس کی لمبائی 12 کلومیٹر ہے۔ ششپر کی چوٹی سے نکلنے والا یہ گلیشئر اپنے قریب واقع مچھوہر گلیشئر سے ہونے والے شدید پگھلاؤ کی راہ میں حائل ہوتا ہے جس کے نتیجے میں برف کی ایک جھیل بن جاتی ہے جو نومبر 2018 میں ملبہ بہہ کر آنے کی وجہ سے بند ہو گئی تھی۔ چونکہ یہ شاہراہ قراقرم سے ملحق ہے، اس لئے حکومت بلتستان نے ہنگامی حالت کا نفاذ کر دیا تا کہ مقامی لوگوں کو گلیشئر جھیل سے پیدا ہونے والے کسی بھی ناگہانی سیلاب پر موثر تیاری اور جوابی اقدامات سے آگاہ رکھا جا سکے۔

مقامی خاتون بی بی طاؤس بتاتی ہیں کہ ''ہماری زندگی مستقل پریشانی کا نام ہے، کچھ پتہ نہیں ہوتا کب کوئی سیلاب ہمیں بہا کر لے جائے''۔ علاقے میں آنے والے ایک سیلاب کے بارے میں وہ بتاتی ہیں کہ ''پورے 35 گھنٹے تک سیلاب رہا اور ہم لوگوں نے اپنے باغوں اور کھیتوں میں پناہ لے کر جانیں بچائیں''۔

سیلاب سے متاثر ہونے والے ایک اور گاؤں کے رہائشی محمود عباس

> ''فزیبلٹی سروے کی بنیاد پر خودکار موسمیاتی سٹیشن، اے ڈبلیو ایس لگا دیا گیا ہے اور مارچ 2021 سے اس نے کام شروع کر دیا ہے جو ہائی ٹیک ای ڈبلیو ایس کی جانب پہلا قدم ہے۔''

کیا کچھ ہو چکا ہے؟

گاؤں حسن آباد میں جھیل کی صورتحال پر نظر رکھنے کے لئے ایک تیس رکنی 'ہیزرڈ واچ گروپ' (ایچ ڈبلیو جی) تشکیل دے دیا گیا ہے جس میں دس خواتین اور بیس مرد شامل ہیں۔ ان گروپوں کے لئے آفات کے خطرات میں کمی، تیاری اور جوابی اقدامات سے متعلق گلگت بلتستان رورل سپورٹ پروگرام (جی بی آر ایس پی) کے ساتھ مل کر عملی مشقوں اور تربیتی سرگرمیوں کا اہتمام کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں کمیونٹی سطح پر آفات کے خطرات پر کام کرنے والی کمیٹیاں (سی بی ڈی آر ایم سی) بنا دی گئی ہیں۔ یہ کمیٹیاں محکمہ سماجی بہبود میں باقاعدہ طور پر رجسٹرڈ ہیں جو پراجیکٹ کے اقدامات کی پائیداری صحیح معنوں میں یقینی بنانے کے لئے متعلقہ محکموں، ضلعی انتظامیہ، سول سوسائٹی اور مقامی لوگوں کے درمیان روابط پر کام کریں گی۔ گلیشئر سے سیلاب کی صورت میں جوابی اقدامات کے لئے ہنزہ، گھانچی اور کھرمانگ کے اضلاع کی ضلعی انتظامیہ، آغا خان ایجنسی فار ہیبیٹیٹ (اے کے اے ایچ) اور وادی ششپر کے مقامی لوگ مل کر مختلف سرگرمیوں پر کام کر رہے ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

گلیشئر جھیل بننے کے عمل میں انتہائی شدید سردی کے موسم میں گلیشئر پر جمع ہونے والی برف سے مدد ملتی ہے۔ گلیشئر پر بننے والی برف کی ٹھوس پرت پانی کا اخراج روکنے کے لئے رکاوٹ کا کام دیتی ہے جس کے نتیجے میں موسم گرما میں یہ گلیشئر جھیل کے سیلاب کی شکل میں بہہ نکلتا ہے۔ مچھوہر گلیشئر کے پگھلاؤ سے اس جھیل کے پانی کا حجم بڑھ جاتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے شسپر گلیشئر کی درزیں بند ہو جاتی ہیں۔ ہر سال بار بار رونما ہونے والا یہ عمل مقامی لوگوں کے لئے شدید پریشانی کا باعث بنتا ہے۔

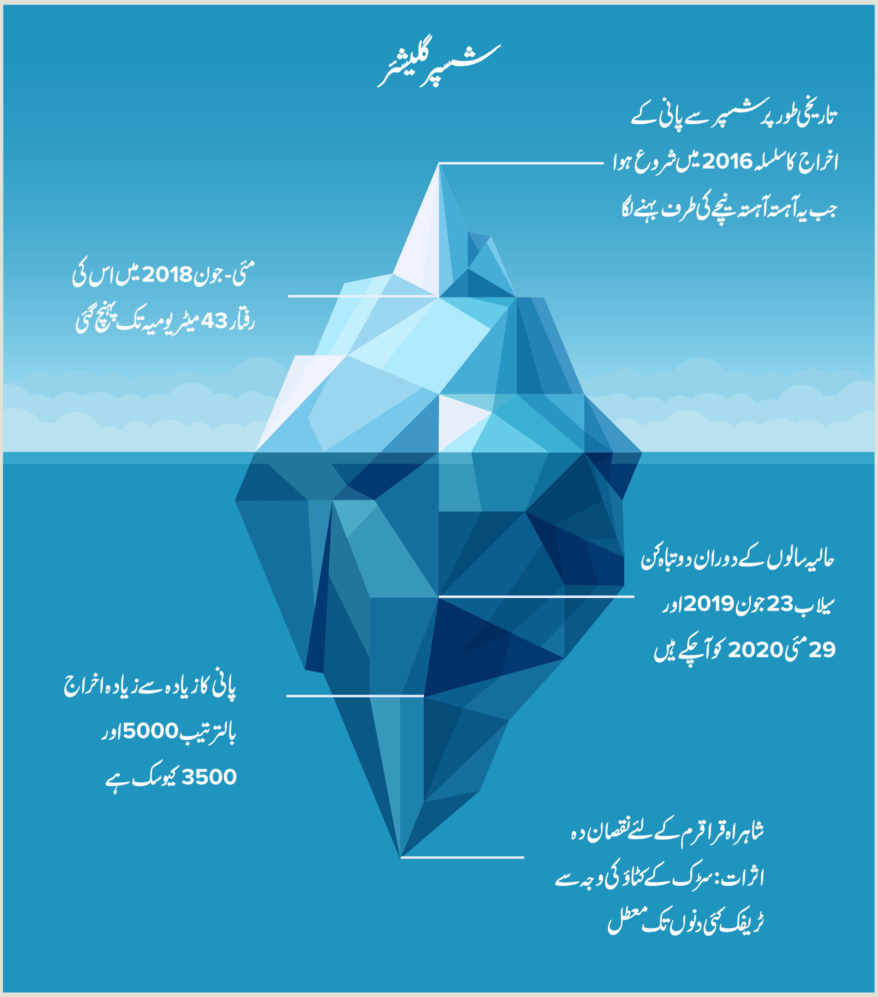

نے بتایا کہ ”گھر خالی کرنے کی ہدایت کر دی گئی ہے، سیلاب کے پانی کی وجہ سے بجلی کے پلانٹ اور آبپاشی کے چینل تباہ ہو گئے ہیں، جس سے ہمارے لئے پینے کے پانی کا حصول بھی متاثر ہوا ہے“۔

فروری 2021 میں مواصلاتی سیارے سے لی گئی تصویروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ جھیل کی لمبائی 650 میٹر ہو سکتی ہے۔ لہٰذا، علاقے میں گلیشئر جھیل سے پیدا ہونے والے کہیں بڑے سیلاب کا شدید خطرہ ہے۔ اس بناء پر بروقت خبردار کرنے والے نظام کی ضرورت زیادہ اہمیت اختیار کر گئی۔

فزیبلٹی سروے کی بنیاد پر خودکار موسمیاتی سٹیشن، اے ڈبلیو ایس لگا دیا گیا ہے اور مارچ 2021 سے اس نے کام شروع کر دیا ہے جو ہائی ٹیک اے ڈبلیو ایس، کی جانب پہلا قدم ہے۔ یہ نہ صرف جھیل کی نقل و حرکت کی نگرانی کرتا ہے بلکہ براہ راست بنیاد پر ڈیٹا بھی فراہم کرتا ہے جس کی بدولت مقامی لوگوں کو کسی بھی ممکنہ سیلاب سے تحفظ دینے میں مدد ملے گی۔ موجودہ صورتحال کی مزید نگرانی اور جانچ پرکھ کے لئے دریائی اخراج کی پیمائش کرنے والے گیج نصب کر دیئے گئے ہیں۔ اے ڈبلیو ایس کے ساتھ ایک الارم سسٹم لگایا گیا ہے جو کسی بھی ہنگامی صورتحال پر بج اٹھے گا جس کی بدولت بنیادی ڈھانچے کی سہولیات اور ذرائع معاش کو پہنچنے والے نقصان اور انسانی جانوں کے ضیاع کو روکنے میں مدد ملے گی۔

“Glacial lake outburst flood (GLOF) risk reduction in northern Pakistan”, GLOF-II project is a joint initiative of UNDP and Ministry of Climate Change with funding from the Green Climate Fund.

سونامی کی لہر

ٹیکنالوجی کی بدولت تیز قدم، آگے آگے

انسٹی ٹیوشنل سپورٹ ٹو کلائمیٹ چینج اڈاپٹیشن اینڈ مٹیگیشن - ٹو، پراجیکٹ (سی سی اے ایم - ٹو)

ابراہیم حیدری، ملیر کے علاقے عالیانی پارہ سے تعلق رکھنے والی رخسار داؤد بتاتی ہیں کہ "تربیت میں حصہ لینے سے پہلے انفارمیشن ٹیکنالوجی میرے لئے بالکل نئی چیز تھی۔ اب میں سمارٹ فون بھی استعمال کر رہی ہوں اور لیپ ٹاپ پر کام بھی کر رہی ہوں، جبکہ میرا آن لائن کاروبار میرے لئے آمدنی کا بڑا ذریعہ بن رہا ہے جس کی بدولت میں اور میرے گھر والے کسی بھی آفت کا مقابلہ کر سکتے ہیں"۔

ساحلی علاقے ہمیشہ مختلف قدرتی آفات مثلاً سمندری طوفان، سونامی اور زلزلے جیسے خطرات سے دو چار رہتے ہیں جن کی وجہ سے ساحل پر رہنے والے لوگوں کا کاروبار زندگی معطل ہو کر رہ جاتا ہے۔ ماہی گیر سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں جن کے پاس آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں رہ جاتا اور آفت سے پہلے جو آمدنی تھی وہ بھی برائے نام تھی۔

ان علاقوں کی خواتین کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ گھر کے مردوں کا سہارا بنیں اور ان کے خاندان کے ذریعہ معاش میں تعطل نہ آئے۔ وہ اسی تگ و دو میں رہ جاتی ہیں کہ گھر پر رہتے ہوئے، کم یا زیادہ، آمدنی کا کوئی نہ کوئی سلسلہ چلتا رہے۔

اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ کے زیر اہتمام سونامی اور زلزلے کی تیاری سے متعلق پراجیکٹ کے تحت ملیر کے ساحلی علاقوں کی خواتین بعض لازمی ہنر سیکھنے میں کامیاب رہی ہیں جن کی بدولت وہ اپنے اور اپنے گھر کے معاشی حالات بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔

اس پروگرام کے تحت 86 میں سے 70 خواتین نے ایک چار روزہ تربیتی پروگرام میں حصہ لیا جس کے دوران ان کی صلاحیتوں میں بہتری لانے اور معاشی لحاظ سے با اختیار بننے میں مدد دینے کے لئے انہیں بھرپور تربیت دی گئی۔ یہ پروگرام مقامی زبان میں کرایا گیا۔

اٹھائیس سالہ رخسار بھی اس پروگرام کے شرکاء میں شامل تھیں۔

اس تربیت کی بدولت انہوں نے ٹیکنالوجی کے استعمال سے متعلق بنیادی مہارتیں حاصل کیں اور اب وہ ان مہارتوں کو اپنے سلائی کڑھائی کے چھوٹے سے کاروبار کا دائرہ وسیع کرنے کے لئے استعمال کر رہی ہیں۔

رخسار کی آمدنی پہلے تقریباً آٹھ ہزار روپے ماہانہ تھی۔ اپنے کاروبار کو پھیلانے کے بعد اب وہ تقریباً بارہ ہزار روپے ماہانہ کما لیتی ہیں اور پر امید ہیں کہ ان کا یہ چھوٹا سا کاروبار مزید بڑھے گا۔ اب انہیں لگتا ہے کہ وہ مالی طور پر زیادہ محفوظ ہیں اور انہیں دیکھ کر آس پاس کی دوسری خواتین میں بھی شوق پیدا ہوتا ہے کہ وہ ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کر کے آن لائن اپنا کاروبار کریں اور اپنے کسٹمرز بڑھا کر اپنی سیلز کو بہتر بنائیں۔

> "ساحلی علاقے ہمیشہ مختلف قدرتی آفات مثلاً سمندری طوفان، سونامی اور زلزلے جیسے خطرات سے دو چار رہتے ہیں جن کی وجہ سے ساحل پر رہنے والے لوگوں کا کاروبار زندگی معطل ہو کر رہ جاتا ہے۔"

سونامی کی لہر

ابلاغ کی قوت سے بحرانوں کا مقابلہ

انسٹی ٹیوشنل سپورٹ ٹو کلائمیٹ چینج اڈاپٹیشن اینڈ مٹیگیشن - ٹو، پراجیکٹ (سی سی اے ایم - ٹو)

مبارک گوٹھ سے تعلق رکھنے والی ملائکہ امیر علی بتاتی ہیں کہ ''سہولتیں کم ہونے کی وجہ سے ہم لوگوں کو اپنی مہارتیں بہتر بنانے اور نئے ہنر سیکھنے کے کوئی مواقع مشکل سے ہی ملتے ہیں۔ یہ تربیت ہمارے لئے سیکھنے اور دیگر علاقوں کے لوگوں تک اس علم کو پھیلانے کا ایک شاندار موقع ہے۔ ویسے تو گھر کے کام میں بھی میں بہت مصروف رہتی ہوں لیکن بہر حال علاقے میں آگاہی سیشن کے لئے وقت نکال لیتی ہوں۔ میں آئندہ بھی اپنے علاقے کے لوگوں کی خدمت جاری رکھوں گی''۔

جہاں تک سونامی کی تیاری کا تعلق ہے تو اس میں آگاہی کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ کے زیر اہتمام سونامی اور زلزلے کی تیاری سے متعلق پراجیکٹ کے تحت مختلف کمیونٹیز میں آفات کی شدت میں کمی اور تیاری سے متعلق آگاہی کے بارے میں یہ بات ثابت شدہ ہے کہ آفت جب آجاتی ہے تو اس سے نمٹنے میں یہی آگاہی سب سے زیادہ کام آتی ہے۔

سترہ سالہ ملائکہ، بستی مبارک کی ایک خاتون رضا کار ہیں اور اپنی کمیونٹی کے یوتھ گروپ کی ڈپٹی ٹیم لیڈر بھی ہیں۔ وہ نت نئی چیزیں سیکھنے اور اپنے ارد گرد کے لوگوں کی خدمت کے جذبے سے سرشار ہیں۔

انہوں نے اپنی کمیونٹی کے لئے منعقد کئے گئے 'میری ٹائم کمیونٹی آگاہی سیشن' میں حصہ لیا۔ اس علاقے میں شرح خواندگی کم ہے اور لوگ آپس کے ابلاغ کے لئے زیادہ تر مقامی زبان ہی بولتے ہیں۔ ملائکہ نے اپنی کمیونٹی میں ابلاغ کی راہ میں حائل اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے بطور رضا کار خدمات انجام دیں۔ انہوں نے ذرائع معاش پر دی جانے والی تربیت میں بھی اپنی ضلعی ٹیم کی عمدہ طریقے سے مدد کی اور بطور مترجم شرکاء کو ہر بات ساتھ ساتھ سمجھاتی رہیں۔

ملائکہ میں بطور رضا کار اپنے علاقے کے لوگوں کی خدمت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ شام کو جب بھی انہیں اپنے لئے کچھ وقت ملتا ہے وہ اکثر گاؤں کی خواتین کو اکٹھا کر لیتی ہیں اور انہیں ابتدائی طبی امداد کی تربیت دینا شروع کر دیتی ہیں۔ وہ دوسرے رضا کاروں کے ساتھ مل کر علاقے کے دیگر لوگوں کے لئے بھی اس طرح کے سیشن کرتی رہتی ہیں۔ ملائکہ جیسے لوگ وہ ستون ہیں جو بحران کے دنوں میں ساحلی کمیونٹیز کا سہارا بنتے ہیں اور یہاں زندگی کو پھر سے رواں دواں رکھتے ہیں۔

> ''سونامی کی تیاری کے معاملے میں آگاہی بے پناہ اہمیت کی حامل ہے۔''

وباء سے نبرد آزما
سماجی و نفسیاتی صدمہ

ڈی سنٹرلائز یشن، ہیومن رائٹس اینڈ لوکل گورننس (ڈی ایچ ایل) پراجیکٹ، یو این ڈی پی پاکستان

مصطفی، پیشے کے اعتبار سے الیکٹریکل انجینئر ہیں، ایک محنتی انسان ہیں اور کروناوائرس کی وباء سے پہلے وہ اپنے چھ افراد کے کنبے کا واحد سہارا تھے۔ لیکن حالات نے اس وقت یکسر پانسہ پلٹ لیا جب وہ کووڈ-19 کا شکار ہو گئے، اور وائرس کا پھیلاؤ روکنے کے لئے ان کے علاقے میں لاک ڈاؤن کر دیا گیا۔ بیماری نے مصطفی کو شدید اضطراب میں مبتلا کر دیا اور وہ اس بات پر بھی پریشان تھے کہ کہیں ان کی وجہ سے گھر کے دیگر افراد بیماری سے متاثر نہ ہو جائیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ لاک ڈاؤن کی وجہ سے سب لوگ گھر میں بند تھے اور مالی مسائل بھی سر اٹھا رہے تھے۔ مصطفی چونکہ کووڈ کے مریض تھے اس لئے وہ کام کے لئے باہر نہیں جا سکتے تھے جبکہ تنخواہ بھی رکی ہوئی تھی۔

دن بہ دن مصطفی کی ذہنی حالت بگڑ رہی تھی۔ انہیں یہی پریشانی کھائے جاتی تھی کہ گھر کی ضروریات کیسے پوری ہوں گی۔ وہ اس سے پہلے بھی نفسیاتی وسماجی مدد حاصل کر چکے تھے کیونکہ وہ ماضی میں بھی ڈپریشن کے مریض رہ چکے تھے۔ لیکن وباء سے پہلے ان کی ذہنی صحت عمدہ تھی اور پوری طرح ان کے قابو میں تھی۔ لاک ڈاؤن اور کووڈ-19 کی انفیکشن سے ان کی پرانی بیماری نے پھر سے سر اٹھا لیا۔

ایک دن ٹی وی دیکھتے ہوئے انہیں 'ہیلپ لائن 1093' کا پتہ چلا جو سندھ کے محکمہ مقامی حکومت نے یو این ڈی پی کے ساتھ مل کر شروع کی تھی اور جو عام لوگوں کو نفسیاتی وسماجی معاونت فراہم کرتی ہے۔ مصطفی نے نمبر ملایا تو دوسری جانب ماہر نفسیات موجود تھے۔

پچیس سالہ مصطفی نے ماہر نفسیات کو بتایا کہ ''میں مقامی حکومت کے اس اقدام پر انتہائی شکر گزار ہوں۔ میں بری طرح چاہتا تھا کہ میری ذہنی صحت کے کسی ماہر سے بات ہو جائے کیونکہ حالات میرے بس سے باہر ہو رہے تھے''۔

یہ ہیلپ لائن معاشرے کے انتہائی کمزور طبقات کی مدد کے لئے بنائی گئی ہے جس کے ذریعے ایک تربیت یافتہ ماہر نفسیات کال کرنے والوں کو ضروری معاونت فراہم کرتے ہیں اور جن مریضوں کو مزید مدد کی ضرورت ہو ان کی رہنمائی کی جاتی ہے۔ مقامی حکومت کے ساتھ مل کر کام کرتے ہوئے اس پراجیکٹ کے تحت سندھ میں ایک مخصوص ہیلپ لائن اور ورچوئل کال سنٹر کے ذریعے صنفی تشدد اور کووڈ کے متاثرین کو نفسیاتی وسماجی معاونت فراہم کی جا رہی ہے۔

مصطفی بتاتے ہیں کہ ''جس وقت لاک ڈاؤن شروع ہوا تو ہر چیز عجیب لگ رہی تھی۔ کروناوائرس کا خطرہ دن بہ دن بڑھ رہا تھا اور بار بار ہاتھ دھونے کی حد تک تو ٹھیک تھا لیکن مجھے اندازہ ہی نہیں تھا کہ یہ اس حد تک بھی بگڑ جائے گا۔ پھر جب میرا کووڈ-19 کا ٹیسٹ مثبت آیا تو حالت مزید خراب ہو گئی''۔ مصطفی کو کوئی اچھی بات نہیں سوجھ رہی تھی اور اسی خیال سے ان کا دل ڈوبا جا رہا تھا کہ جیسے وہ ڈوب رہے ہیں۔
ہیلپ لائن سے مصطفی کو ان کی ضرورت کے مطابق نفسیاتی وسماجی معاونت فراہم کی گئی۔ فون کے ذریعے انہوں نے سائیکوتھراپی اور ٹیلی کونسلنگ کے کل آٹھ سیشنز میں حصہ لیا۔ تھراپی سیشنز کی بدولت انہیں موجودہ حالات پر اپنی سوچ بدلنے میں مدد ملی اور اب وہ حالات کے مثبت رخ پر زیادہ توجہ دینے لگے۔ اس سے ان کی قوت ارادی میں بہتری آئی اور ان کی پیشہ ورانہ اور ذاتی زندگی پر بھی اس نے اثر دکھایا۔

راز داری کا خیال رکھتے ہوئے اصل نام کے بجائے فرضی نام استعمال کیا گیا ہے۔

تاحال کل 39,954 افراد اس سہولت سے فائدہ اٹھا چکے ہیں۔

کووڈ-19 سے متاثرہ کل 150 افراد کے لئے کونسلنگ سیشن کئے گئے۔

صنفی تشدد سے متعلق امور پر 109 خواتین کے کونسلنگ سیشن کئے گئے۔

38,645 افراد نے آن لائن سیمیناروں میں حصہ لیا۔

کمیونٹی رضاکار گروپ کے ارکان نے 12,00 افراد کو خدمات فراہم کیں۔

وباء سے نبرد آزما
بھولے بسروں کا خیال

ڈی سنٹرلائز یشن، ہیومن رائٹس اینڈ لوکل گورننس (ڈی ایچ ایل) پراجیکٹ، یو این ڈی پی پاکستان

سپنا کا کہنا ہے کہ ”ریلیف پیکج سے خواجہ سرا افراد کی محض کھانے پینے کی ضرورت پوری نہیں ہوتی بلکہ اس سے ان کی جان کو سلامتی بھی ملتی ہے کیونکہ یہ نہ ملے تو انہیں کام کی تلاش میں گلیوں میں گھومنا پڑے گا اور انہیں بدسلوکی اور امتیازی سلوک کا خطرہ رہے گا“۔

کووڈ کے منفی اثرات پر نظر ڈالیں تو یہ برادری اس میں سب سے زیادہ متاثر دکھائی دیتی ہے۔ مواقع اور وسائل کے معاملے میں یہ لوگ پہلے ہی عدم مساوات کا شکار رہیں، ان کی آمدنی کم ہے یا وہ بے گھر ہیں، جبکہ زیادہ تر لوگ ان کے ساتھ امتیازی سلوک برتتے ہیں اور انہیں بدنامی کا سبب سمجھا جاتا ہے۔ وباء کے نتیجے میں یہ مسائل زیادہ شدید ہو گئے، اور ناگزیر ضرورت اس بات کی تھی کہ انہیں کھانے پینے کی اشیاء اور ہنگامی حالات میں رہائش کی سہولتیں دی جائیں۔ یہ وہ حقائق ہیں جو یو این ڈی پی کی جانب سے یو این ایف پی اے کی مدد سے آزمائشی بنیاد پر تیار کئے گئے ایک سماجی واقتصادی تجزیئے کے نتیجے میں سامنے آئے۔

ان معلومات کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام آباد، راولپنڈی میں خواجہ سرا افراد کے لئے ایک حفاظتی مرکز بنایا گیا اور چاروں صوبوں میں ریلیف پیکج تقسیم کئے گئے۔

شروع میں اسلام آباد اور راولپنڈی میں آمدنی سے محروم ہونے والے خواجہ سرا افراد میں 125 فوڈ ریلیف پیکج تقسیم کئے گئے۔ بعد میں اس کا دائرہ پورے ملک میں پھیلا دیا گیا اور تمام صوبوں کے خواجہ سرا افراد اور دیگر کمزور طبقات (جن میں معذور افراد اور خاتون سربراہ والے گھرانے شامل تھے) میں فوڈ ریلیف پیکج تقسیم کئے گئے۔

پشاور کی رہائشی نمکین نے بتایا کہ وائرس کے خوف کے ساتھ ساتھ مالی بحران نے خواجہ سرا افراد کو ذہنی ونفسیاتی مشکلات سے دوچار کر دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ”فوڈ پیکج ملنے سے ہمارے لئے کچھ رقم بچانے اور مہینے بھر کا

کرایہ دینے کی صورت پیدا ہو گئی“ اور یوں ان کی شدید مشکلات اور ذہنی دباؤ میں کچھ کمی آ گئی۔

ملتان کی رہائشی گل بگی نے بتایا کہ وباء کے دوران ماہ رمضان ہمارے لئے سب سے زیادہ مشکل رہا۔ ان کا کہنا تھا کہ ”ہماری برادری کے لوگوں نے جو تھوڑی بہت رقم بچا رکھی تھی، اس وقت تک وہ خرچ ہو چکی تھی اور ہم چاہتے تھے کہ اپنے معمول کے مطابق روزے رکھنے کا اہتمام کر سکیں۔ خواجہ سرا افراد کو جب یہ فوڈ پیکج ملے تو ان کی خودداری کو تقویت ملی اور وہ لوگ اس قابل ہو گئے کہ اس اہم موقع پر اپنے معمولات کو کسی قدر پورا کر سکیں“۔

> ”کووڈ کے منفی اثرات پر نظر ڈالیں تو خواجہ سرا برادری اس میں سب سے زیادہ متاثر دکھائی دیتی ہے۔“

کھرے لوگ
سچی کہانیاں

پانی اور پریشانی
بدلتی زندگیاں

انسٹی ٹیوشنل سپورٹ ٹو کلائمیٹ چینج اڈاپٹیشن اینڈ مٹیگیشن -ٹو، پراجیکٹ (سی سی اے ایم - ٹو)

غلام رسول اپنی خستہ حالی کا گلہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ”میں ایک غریب آدمی ہوں اور میری تھوڑی سی زمین ہے۔ پانی کی کمی کی وجہ سے فصل اتنی نہیں ہوتی کہ میں اپنے کنبے کا پیٹ پال سکوں اور مجھے گندم منڈی سے خریدنا پڑتی ہے۔اس کی وجہ سے میں اضافی بوجھ کا شکار ہو جاتا ہوں جو میری سکت سے باہر ہے۔ میں خود کو بے بس اور مجبور محسوس کرتا ہوں“۔

گلگت بلتستان کی پہاڑیوں کے بیچوں بیچ، دلفریب مناظر سے بھرپور گاؤں داغونی سطح زمین سے 8819 فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ 2832 افراد کی آبادی والے اس گاؤں کے لوگوں کو اسی طرح کے شدید مسائل درپیش ہیں جو اس خطے کی زیادہ تر بستیوں میں عام ہیں، مثلاً کبھی کچھ پتہ نہیں چلتا کہ پانی کا بہاؤ کس رخ پر چل پڑے۔ پہاڑی علاقے موسمیاتی تبدیلی کی زد میں آنے والے علاقوں میں پیش پیش ہیں۔ پانی کی وجہ سے پیدا ہونے والی مشکلات ان کی زندگیوں کو تہ و بالا کر کے رکھ دیتی ہیں۔ سطح زمین سے بلندی کی وجہ سے یہاں صرف ایک فصل ہو پاتی ہے اور اگر پانی ناکافی ہو تو فصلوں کا موسم بری طرح متاثر ہوتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ وہ اناج منڈی سے خریدیں۔ یہ اس علاقے کا عام مسئلہ ہے جہاں غریب گھرانے پانی کی قلت کی وجہ سے شدید حد تک متاثر ہوتے ہیں۔

> ”پہاڑی علاقے موسمیاتی تبدیلی کی زد میں آنے والے علاقوں میں پیش پیش ہیں۔ پانی کی وجہ سے پیدا ہونے والی مشکلات ان کی زندگیوں کو تہ و بالا کر کے رکھ دیتی ہیں۔“

علاقے کی مجموعی اراضی 266 ہیکٹر بنتی ہے جو زیادہ تر بنجر ہے اور آبی ذرائع سے پانی یہاں تک پہنچانے کے لئے 12900 فٹ طویل چینل بنانے کی ضرورت ہے، تب جا کر علاقے کے لوگوں کو زراعت کے لئے پانی میسر ہوگا۔

یہاں کے مردوں اور عورتوں کی زندگی دن بہ دن مشکل سے مشکل تر ہو رہی تھی اور یہ لوگ غربت کے چنگل میں الجھتے چلے جا رہے تھے۔ اپنی زندگیاں بدلنے کے لئے شاید ہی وہ کچھ کرنے کی سکت رکھتے تھے۔ غربت کا یہ جال خواتین اور لڑکیوں پر بہت بھاری پڑتا تھا جن کے لئے تعلیم کا حصول ناممکن سی بات تھی کیونکہ زیادہ تر لڑکیوں کو گھر کے لئے پانی کا انتظام کرنے سے ہی فرصت نہیں ملتی تھی۔

گلوبل واٹر چیلنج / دی کوکا کولا فاؤنڈیشن کی جانب سے آبپاشی منصوبے کی درخواست کی منظوری اس علاقے کے لوگوں کے لئے ایک دیرینہ خواب کی تکمیل تھی جس پر ماؤنٹین اینڈ گلیشئر پروٹیکشن آرگنائزیشن نے اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ کے ساتھ مل کر کام کیا۔

علاقے کی رہنے والے ایک خاتون بتول بتاتی ہیں کہ ”میں اپنی بیٹی کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے سکردو بھیجنے کے پیسے جمع کر رہی تھی کیونکہ میں چاہتی تھی کہ اس کا مستقبل بہتر اور روشن ہو لیکن میری بچائی ہوئی ساری رقم پچھلے کچھ سالوں کی نذر ہو گئی۔ اب اس آبپاشی منصوبے کی تکمیل کی بدولت میں ایک بار پھر اس کے مستقبل کی منصوبہ بندی شروع کر سکتی ہوں“۔ بتول کی بیٹی اس وقت پرائمری سکول کی طالبہ ہے اور اس سکیم کی بدولت اس کی قسمت بدل سکتی ہے۔

ذریعہ آب بہت دور تھا اور اس کمیونٹی کے لئے اس منصوبے پر کام کرنا ہرگز آسان نہ تھا۔ پھر کووڈ-19 مزید تاخیر کا باعث بن گیا لیکن اس کے ثمرات کی امید نے ان لوگوں کو متحرک اور پرعزم رکھا۔ گاؤں داغونی کے لوگ ایک نئے مستقبل کی جانب قدم بڑھانے کے لئے تیار ہیں اور اس وقت ان کے دامن مستقبل میں ترقی اور خوشحالی کی نئی امیدوں اور خوابوں سے بھرے ہیں۔

قدرتی نظام میں 1.1 ارب لٹر پانی کی بحالی اور علاقے کے لوگوں کے لئے اس کی دستیابی کی بدولت گاؤں داغونی کے باسیوں کو نہ صرف غذائی تحفظ نصیب ہوگا بلکہ اس سے ماحول کو بھی بہتر بنانے میں مدد ملے گی، درختوں کی شجرکاری ہوگی اور چراگاہوں میں وسعت آئے گی جس سے اس نازک پہاڑی خطے کے قدرتی ماحول کی بحالی میں بھی مدد ملے گی۔

پانی اور پر یشانی

تبدیلی کی راہ پر گامزن

انسٹی ٹیوشنل سپورٹ ٹو کلائمیٹ چینج اڈاپٹیشن اینڈ مٹیگیشن۔ٹو، پراجیکٹ (سی سی اے ایم۔ٹو)

صائمہ بی بی کی پیدائش سکردو میں اور پرورش اسلام آباد میں ہوئی لیکن شادی کے بعد جب وہ گلگت بلتستان کے گاؤں تھولدی میں آئیں تو یہاں کی زندگی کے مطابق ڈھلنے میں انہیں کافی مشکل پیش آئی۔ایک بات انہیں نمایاں طور پر نظر آئی کہ یہاں کے کٹھن طرز زندگی کے باوجود گاؤں میں رہنے والے لوگ اس پر خوش اور مطمئن تھے البتہ کاشت کاری کے مسائل اور پانی کے بدلتے بہاؤ سے پیدا ہونے والی مشکلات دن بہ دن بڑھتی جا رہی تھیں۔

یہاں کے لوگوں کی گزر بسر زراعت پر ہے اور درست وقت پر مناسب مقدار میں پانی کی دستیابی ان لوگوں کے لئے پریشانی کا باعث بن رہی تھی جس سے انہیں غذائی تحفظ کی فکر پیدا ہو رہی تھی۔

گھر کو چلانا خواتین کا کام ہے اور ایک طرف گھر کے کاموں کا بوجھ اور دوسری جانب کاشت کاری سے متعلق ذمہ داریاں بھی انہی کے حصے میں آتی ہیں۔اس علاقے کے دور افتادہ ہونے کی وجہ سے پہاڑی علاقوں کی خواتین کے لئے کوئی نئے ذرائع آمدن پیدا کرنے کے مواقع کا فقدان رہتا ہے۔

گلگت بلتستان کا پہاڑی خطہ اپنے دلکش اور دیدہ زیب قدرتی مناظر کی وجہ سے مشہور ہے لیکن جو لوگ یہاں رہتے ہیں ان کے لئے زندگی بہت کٹھن ہے۔اکثر علاقوں میں لوگوں کے پاس اجتماعی زمین تو ہے لیکن اس بنجر اراضی کو قابل کاشت بنانے کے لئے انہیں کوئی ذرائع میسر نہیں۔آبی ذرائع دور ہیں اور آبی گزرگاہوں کی تعمیر ان کے بس کی بات نہیں۔فصل اچھی نہ ہو تو بعض اوقات انہیں اناج اور سبزیاں منڈی سے خریدنا پڑتی ہیں اور ان کی تھوڑی بہت جمع پونجی انہی کی نذر ہو جاتی ہے۔

ان بڑھتی مشکلات کو دیکھتے ہوئے علاقے کے لوگوں نے مدد کے لئے رابطے کرنے کا فیصلہ کیا۔انہوں نے 238 ہیکٹر اراضی کو پیداواری مقاصد کے لئے قابل استعمال بنانے میں مدد کے لئے ماؤنٹین اینڈ گلیشئر پروٹیکشن آرگنائزیشن (ایم جی پی او) کو ایک قرارداد بھجوائی۔ایم جی پی او نے علاقے کے لوگوں کے ساتھ مل کر کام کرتے ہوئے نہ صرف آبپاشی چینل بنایا بلکہ زمین کی دیکھ بھال کے لئے لوگوں کی استعداد بڑھانے پر بھی کام کیا۔مقامی لوگ اب منظم ہو چکے ہیں اور اب وہ ایک باقاعدہ ادارے کی شکل میں کام کرنے والے ایک پلیٹ فارم کے ذریعے اپنے فیصلے کرتے ہیں۔کمیونٹی کی اس تنظیم میں خواتین کی نمائندگی 50 فیصد ہے۔

اکیس سونفوس پر مشتمل گاؤں تھولدی کو 9900 فٹ طویل آبپاشی چینل کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے جس کے ساتھ 7000 گیلن کا ایک ٹینک بنایا گیا ہے جو پورے گاؤں کی پانی کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔گھرانوں کی آمدنی بڑھ گئی ہے، خواتین کا کام کا بوجھ کم ہو گیا ہے اور کمیونٹی اس قدر با اختیار ہے کہ اپنے مستقبل کو ترقی کی راہ پر آگے بڑھا سکتی ہے۔

پراجیکٹ کی بدولت علاقے کو معاشی، سماجی اور ماحولیاتی فوائد میسر ہوں گے اور 2.57 ارب لٹر پانی کی قدرتی نظام میں بحالی ممکن ہو گی جسے علاقے کے لوگ استعمال کر سکیں گے۔موسمیاتی تبدیلی اور کووڈ-19 جیسی وباؤں کے اس دور میں پہاڑی علاقوں میں رہنے والوں کے لئے یہ بات دن بہ دن اہمیت اختیار کرتی جا رہی ہے کہ وہ اپنی غذائی ضروریات میں خود کفالت حاصل کریں۔

علاقے کے دوسرے گھرانوں کی طرح صائمہ بھی اپنے سروں پر منڈلاتے بحران سے بچنے کے لئے یہاں سے نقل مکانی پر سوچ بچار کر رہی تھیں۔آبپاشی منصوبہ علاقے کے لوگوں کے لئے کسی نعمت سے کم نہیں۔انہوں نے بنجر اراضی کو ہموار کر کے یہاں مختلف اقسام کے درخت لگا لئے ہیں اور کاشت کاری کی سرگرمیاں بڑھا دی ہیں جس کی بدولت اب انہیں فالتو مقدار میں فصل میسر ہوتی ہے جسے وہ منڈی میں فروخت کر سکتے ہیں۔یہ لوگ زراعت کو نہ صرف گزر بسر کے ذریعے کے طور پر استعمال کر رہے ہیں بلکہ اس کی بدولت آمدنی بھی کما رہے ہیں۔

مقامی خاتون آپی نسا کا کہنا ہے کہ ”کوئی بھی شخص اپنا گھر اور اپنے باپ دادا کی زمینوں کو چھوڑنا نہیں چاہتا لیکن حالات کے ہاتھوں ہم اس آخری راستے کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو گئے تھے۔اس پراجیکٹ نے ہماری زندگیاں بدل دی ہیں اور اب ہم کسی خوف کے بغیر مستقبل کی جانب قدم بڑھا سکتے ہیں“۔

> ” گھرانوں کی آمدنی بڑھ گئی ہے، خواتین کا کام کا بوجھ کم ہو گیا ہے اور کمیونٹی اس قدر با اختیار ہے کہ اپنے مستقبل کو ترقی کی راہ پر آگے بڑھا سکتی ہے۔ “

روزی کی تلاش
محنتی لوگ

شہزاد احمد
کمیونیکیشنز آفیسر، سٹیبلائز یشن اینڈ ڈو یلپمنٹ پروگرام، یو این ڈی پی پاکستان

پاکستان آبادی کے لحاظ سے اپنی تاریخ کی تیز ترین تبدیلی کے عمل سے گزر رہا ہے۔ نیشنل ہیومن ڈویلپمنٹ رپورٹ 2017 کے مطابق نوجوانوں میں بیروزگاری پاکستان کو درپیش سب سے بڑے ابھرتے ہوئے چیلنجوں میں سے ایک ہے۔ دریں اثنائ، نئے ضم شدہ اضلاع (سابقہ فاٹا) میں بیروزگاری کی شرح سب سے بلند یعنی 11.8 فیصد ہے جبکہ ملک کے باقی حصوں میں یہ 5.6 فیصد ہے۔

بیروزگاری ان بحرانوں میں سے ایک ہے جو پوری کمیونٹی پر اپنے اثرات دکھاتی ہے۔ جیسے جیسے بدامنی نے علاقے میں اپنے پاؤں پھیلائے، پہلے سے محدود ذرائع معاش اور اقتصادی ڈھانچے کی پیداواری سہولیات بری طرح متاثر ہوئیں۔ تاہم نئے ضم شدہ اضلاع میں امن کی بحالی کے ساتھ ہی نقل مکانی کرنے والے تمام افراد اپنے آبائی گھروں کو لوٹ آئے ہیں۔

نئے ضم شدہ اضلاع میں معیشت کو پھر سے فعال بنانے اور درمیانی سے طویل مدت میں روزگار، آمدنی اور سابقہ فاٹا کے رہائشیوں کو دوبارہ سے معاشرے میں ضم کرنے کے لئے 'فاٹا اکنامک ری وائٹلائزیشن پروگرام' (ایف ای آر پی) کے تحت جامع تربیتی پروگراموں کے ذریعے نوجوانوں میں مارکیٹ کے تقاضوں کے مطابق ہنر پیدا کرنے کے مواقع فراہم کئے جا رہے ہیں۔

نوجوانوں پر مرتب ہونے والے اثرات

1500 سے زائد نوجوان بلڈنگ الیکٹریشن، پلمبر، ہیوی مشینری، درزی، آٹو مکینک، فریج اور ایئر کنڈیشنرز کی مرمت، موٹر سائیکل کی مرمت، سولر پینل کی تنصیب، ہاسپیٹیلٹی مینجمنٹ، ٹائل فکسنگ اور ماربل شائننگ کی تربیت حاصل کر چکے ہیں۔

خواتین پر مرتب ہونے والے اثرات

801 خواتین مشین ایمبرائیڈری، فیشن ڈیزائننگ، کروشے کے کام، رضائیاں بنانے، ملبوسات سازی، اڈا (کڑھائی) اور مزری کے کام کی تربیت حاصل کر چکی ہیں۔

معذور افراد پر مرتب ہونے والے اثرات

28 معذور نوجوانوں کو حصول روزگار میں مدد دینے کے لئے تربیت فراہم کی گئی۔

تکنیکی و پیشہ ورانہ مہارتوں کی تربیت دینے والے ادارے

UNDP | USAID FROM THE AMERICAN PEOPLE

انعقاد کرنے والے ادارے

NLC | SRSP SARHAD RURAL SUPPORT PROGRAMME | HASHOO FOUNDATION

”گاؤں واپس آنے کے بعد ہم لوگ اپنی زندگی کے کٹھن دور سے گزر رہے ہیں۔ایک طرف میرا خاندان اپنے مکان، دکان، اور اراضی سے محروم ہوگیا اور دوسری جانب مجھے اپنی تعلیم چھوڑنا پڑی کیونکہ میرے گھر والے میری ٹیوشن فیس ادا نہیں کرسکتے تھے۔ان صعوبتوں نے مجھے شدید ڈپریشن کا شکار بنا دیا۔ اس تربیت نے دراصل میری زندگی کی کایا پلٹ دی ہے اور میرے اندر اپنے خاندان کا معیارِ زندگی بہتر بنانے کی امید پیدا کردی ہے۔“

کریم اللہ، تحصیل میرانشاہ، شمالی وزیرستان (ٹرینی، ہاسپیٹیلیٹی مینجمنٹ)

”کئی سال تک بدامنی رہنے کے بعد ہمارے گاؤں میں کچھ بھی نہیں بچا تھا۔ درزی کا کام سیکھنے کے اس تربیتی کورس سے مجھے موقع ملا ہے کہ میں اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے کما سکوں اور اپنی زندگی پھر سے بنا سکوں۔“

محمد بلال، شمالی وزیرستان

”اس کورس کی بدولت مجھے ہاسپیٹیلٹی مینجمنٹ کے جدید تصورات کا پتہ چلا ہے۔ہمارے ٹرینرز نے ہمیں سکھایا کہ اپنے کاروبار کو کس طرح ترقی دینی ہے اور ہمارے اندر ابلاغی مہارتیں پیدا کرنے پر توجہ دی۔اس تربیت سے مجھے سیکھنے کا شاندار موقع ملا جس سے مجھے نئے ہنر سیکھنے میں مدد ملی جو میرے کیریئر کو آگے بڑھانے میں مدد دیں گی۔“

عمر علی، ضلع خیبر

”شمالی وزیرستان کی خواتین کو اس سے پہلے اس طرح کی تربیت حاصل کرنے کا موقع کبھی نہیں ملا تھا۔ یہ تربیت اور ٹول کٹ ہمیں پہلی بار ملی ہیں۔ اس تربیت نے میرے اندر موجود مہارتوں میں نکھار پیدا کر دیا ہے جس کی بدولت میں آمدنی کما سکتی ہوں اور گھر والوں کا سہارا بن سکتی ہوں۔شروع میں گھر کے مردوں کو یقین ہی نہیں آتا تھا کہ ہم کوئی تربیت لے رہیں لیکن جلد ہی انہیں اس کی اہمیت کا اندازہ ہوگیا اور پوری تربیت کے دوران انہوں نے خوشدلی کے ساتھ ہماری مدد کی۔“

خانشیدہ بی بی، مشین ایمبرائیڈری کی تربیت میں حصہ لینے والی خاتون،
ضلع شمالی وزیرستان

”مجھے ہمیشہ سے مکینکل کام کرنے کا شوق رہا ہے۔ اس کورس کی بدولت مجھے اپنے صلاحیتوں کو نکھارنے کا موقع ملا ہے اور اب میں اپنی روزی کما سکتا ہوں۔“

محمد ریاض، تحصیل شاوہ، شمالی وزیرستان
موٹر سائیکل مرمت کی تربیت حاصل کرنے والے ٹرینی

”ہمارے علاقے میں بجلی نہیں ہے۔ بجلی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے یہاں رہنے والے لوگوں نے اپنے کھیتوں میں اور اپنے گھروں میں سولر پینل لگائے ہوئے ہیں۔ تقریباً 70 فیصد لوگ اپنی روزمرہ ضرورتوں کے لئے سولر پینل پر انحصار کرتے ہیں۔ یہ تربیت مکمل کرنے کے بعد میرا ارادہ ہے کہ میں جنوبی وزیرستان میں اپنا سولر پینل لگانے کا کاروبار شروع کروں گا۔“

محمد نواز، وانا، جنوبی وزیرستان

”کورس مکمل کرنے پر مجھے موٹر سائیکل مرمت کی جو ٹول کٹ ملی اس نے مجھے اپنا کاروبار شروع کرنے میں مدد دی۔ میں نے اپنے گاؤں میں دکان کرائے پر لے لی ہے اور تمام ضروری آلات سے لیس موٹر سائیکل مرمت کی ورکشاپ شروع کر دی ہے۔“

زاہد، موٹر سائیکل مرمت کی تربیت حاصل کرنے والے ٹرینی

”فریج اور ایئر کنڈیشنز کا استعمال دن بہ دن بڑھ رہا ہے۔ یہ کورس مکمل کرنے کے بعد امید ہے کہ مجھے فریج اور ایئر کنڈیشنز ٹیکنیشن کی نوکری مل جائے گی۔“

حافظ اللہ، جنوبی وانا ضلع وزیرستان، فریج اور ایئر کنڈیشنز مرمت کی تربیت حاصل کرنے والے ٹرینی

”میں یہ تربیت اور اس کے ساتھ ساتھ ٹول کٹ ملنے پر بہت خوش اور شکرگزار ہوں کیونکہ اس نے میرے جیسی منفرد صلاحیتوں کی حامل عورت کو ایک نئے ہنر سے لیس کر دیا ہے۔ اس تربیت کی بدولت میں نہ صرف مالی طور پر خود مختار ہوگئی ہوں بلکہ اپنے گھر والوں کی مدد بھی کر سکتی ہوں۔“

صنم، ضلع خیبر، اڈا کے کام کی تربیت حاصل کرنے والی ٹرینی

ڈویلپمنٹ ایڈووکیٹ

پاکستان